۲۸- سُورَةُ قَصَص

مکی ہے اس کے حروف ۵۸۰۰- اس کے کلمات ۱۴۱۱- اسکی آیات ۸۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا رحم والا نہایت مہربان ہے

طٰسٓمٓ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ
بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا
يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ
مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ
اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ
وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝ یہ ظاہر کتاب کی آیتیں
ہیں۔ (اے نبی) ہم واقعی خبر موسیٰ اور فرعون کی تحقیق پڑھ سناتے ہیں ان لوگوں کو

وَيَرَى فِرْعَوْنُ وَهَامَانُ وَجُنُودُهُمَا حمزہ وکسائی ساتھ یاء کے ثلاثی مجرد سے اور تینوں اسم مرفوع بنا بر فاعلیت۔

طسم- حروف مقطعات سے ہے۔ علا- ای تکبر و تجبر و طغی۔ شیعا- ای اصنافا منهم ای بنی اسرائیل۔ ؎ اس معنے کے لحاظ سے بالحق حال مفعول سے ہوگا۔ اور حال فاعل نتلوا سے بھی ہوسکتا ہے اسوقت یہ معنے ہوں گے ہم موسےٰ اور فرعون کا قصہ سچائی کے ساتھ پڑھ کر سناتے ہیں ۱۲

جوایمان رکھتے ہین۔ بے شک فرعون نے زمین مین تکبر کیا اور اُس کے رہنے والون
کو الگ الگ گروہ بنا دیا ان مین سے ایک فرقہ (یعنے بنی اسرائیل) کو کمزور بنا رکھا تھا
اُن کے بیٹون کو ذبح کر ڈالتا تھا اور اُنکی عورتون کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ بے شک
وہ مفسدون مین سے تھا۔ اور ہم ارادہ کرتے ہین کہ اُن لوگون پر جو زمین مین کمزور
بنا دیے گئے ہین احسان کرین اور انھین پیشوا بنائین اور انھین وارث کردین
اور ہم انھین زمین مین جمائین اور ہم فرعون و ہامان اور دونون کے لشکرون کو
اُن (بنی اسرائیل) سے وہ چیز دکھائین کہ جس سے وہ ڈرتے تھے۔ پہلی نعمت 7
جو اُن عاجزون پر ہوئی وہ اسطرح ہے۔ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ 7

ـــه اسواسطے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بشارت دی تھی کہ میری اولاد مین سے ایک شخص ہوگا جس کے ٥
ذریعہ سے بادشاہِ مصر ہلاک ہوگا اور یہ سرکشی و غرور مٹ جائیگا یہ بشارت بنو اسرائیل کے پاس لکھی چلی آتی تھی
پس بنو اسرائیل سے قبطیون نے سن کر فرعون سے بیان کی تو اُس نے لڑکون کے قتل کرنے کا حکم کیا تھا
حالانکہ تقدیر الٰہی عزوجل نہین ٹلتی ہے۔ ـــه یعنے وہ اپنے زوالِ ملک سے ڈرتے تھے۔ لیکن خدا نے اپنی قدرت
انھین دکھلائی اور موسیٰ علیہ السلام ہی تھا۔ اَوْحَيْنَا۔ اخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما و
الھمنا (در) اصمعی سے حکایت ہے کہ انھون نے ایک لڑکی کو دیکھا کہ بہت ہی فصاحت سے باتین کرتی تھی اُس سے کہا تو کیا ہی
فصیح ہے۔ وہ بولی کیا اسی فصاحت کہتے ہین مقابلہ مین آیت وَاَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّ مُوْسٰى کے کیونکہ اللہ تعالے نے اس
ایک آیت مین دو امر دو نہی۔ دو خبر دو بشارت جمع کی ہین۔ اُمِّ مُوْسٰى۔ موسیٰ کی مان کی طرف کہ لاوی ابن
یعقوب کی اولاد مین تھین اور ان کا نام یوخابذ تھا نام کا پہلا حرف نون ہے۔ اور تیسیر اور عین المعانی مین
یوخابذ لکھا ہے یعنے پہلا حرف یا ہے شاذ ہے (تفسیر حسینی)

فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ
وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ
حَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ ۝ وَقَالَتِ امْرَاَتُ
فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ
وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ اور ہم نے موسےٰ کی ماں کی طرف وحی بھیجی کہ تو
موسےٰ کو دودھ پلا پھر جب تو اس پر خوف کرے تو اُسے دریا میں ڈال دے اور نہ
کچھ خوف کر اور نہ غم کر۔ بے شک ہم اُسے تیری طرف لوٹانے والے ہیں اور اُنھیں
پیغمبروں میں سے کرنے والے ہیں۔ (ماں نے اُنھیں دریا میں ڈالدیا) پس فرعون
کے لوگوں نے اُنہیں اُٹھالیا تاکہ وہ اُن کے دشمن اور باعث غم ہوں بیشک فرعون
اور ہامان اور اُن دونوں کے لشکر خطا کرنے والے تھے۔ اور فرعون کی عورت بولی
کہ (یہ بچہ) میرے اور تیرے لئے آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔ اسے نہ مارو شاید یہ ہمیں فائدہ

فالتقطہ۔ اصل اسکی لقطہ سے ہے۔ جو گم شدہ چیز کسی کو مل جاے۔ اب عرب جو بغیر طلب کے یکایک کوئی شے مل جاے تو کہتے ہیں۔ اصبتہ التقاطا۔ ولقیت فلانا التقاطا (ابن جریر)۔ قرت خبر مبتدا محذوف ہے ای ہو۔ لہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت سے استدلال کیا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ازل سے تقدیر فرمایا تھا کہ یہ بچہ آخر کار فرعونیوں کے واسطے عدو ہو پس جو لوگ تقدیر سے انکار کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو جھٹلاتے ہیں۔ (ابن کثیر) ٢ہ نسائی میں ہے کہ فرعون نے کہا کہ تیری آنکھ کی ٹھنڈک ہے میری نہیں الخ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح کیا کہ بی بی آسیہ کو اُن کی باعث ہدایت ہوئی اور فرعون موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ہلاک ہوا ۱۲

حُزْنًا حمزہ وکسائی ساتھ ضم حا اور سکون زا کے یہ دونوں قرائتیں دو لغتیں ہیں۔

۱۴ انس

پھینک دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں اور وہ نہ جانتے تھے۔ یعنے وہ نہیں جانتے تھے کہ موسٰے
کے اٹھالینے میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں جس کا اللہ نے ارادہ کیا ہے۔ جب اُن
لوگوں کا حال جنہوں نے موسٰے علیہ السلام کو پایا تھا بیان فرمایا اب اُن کا حال
جو موسٰے کے فراق میں تھے اسطرح بیان فرماتا ہے۔ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى
فٰرِغًا اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ اور موسٰے
کی ماں کا دل (سوائے موسٰے کے سب سے) خالی ہوگیا۔ بیشک قریب تھی کہ

ان كادت لتبدى به۔ اى ان كادت من شدة حزنها واسفها تظهر انه ذهب لها ولد وتخبر بحالها لولا
ان الله ثبتها وصبرها۔ یہ ان مخففہ ثقیلہ ہے۔ اسکا اسم محذوف ہے اى انها۔ به اى بامر موسٰے لولا۔ اسکا جواب
محذوف ہے اى لابدت به۔ قصيه۔ اى اتبعى اثره وخذى خبره وتطلبى شانه من نواحى البلد فخرجت لذلك
(ابن کثیر) اخرج ابن جرير وابن المنذر وابن ابى حاتم والحاكم وصححه عن ابن عباس رضى الله عنهما فى قوله
وقالت لاخته قصيه اى اتبعى اثره فبصرت به عن جنب قال عن جانب (در) فبصرت به عن جنب۔
قال ابن عباس عن جانب۔ وقال مجاهد عن بعيد۔ وقال قتادة جعلت تنظر اليه وكانها لا تريده۔
(ابن کثیر) له اى من كل شئ من امور الدنيا الا من موسٰے قاله ابن عباس ومجاهد
وعكرمه والحسن البصرى وغيرهم (ابن کثیر) واخرج ابن ابى شيبه وعبد بن حميد
وابن جرير وابن المنذر وابن المنذر وابن ابى حاتم والحاكم وصححه من طريق ابن عباس
رضى الله عنهما فى قوله فارغا قال خاليا من كل شئ غير ذكر موسٰے عليه السلام۔ وفى قوله
ان كادت لتبدى به قال تقول يا ابناه (در) ۱۲

(شدتِ غم سے تمام) واقعہ کو ظاہر کر دے اگر ہم اُس کے دل کو ثابت نہ رکھتے تاکہ وہ
یقین کرنے والون مین سے ہو جاے - اور وہ موسٰے کی بہن (یعنے اپنی بیٹی) سے
بولی کہ (دریا کے کنارہ کنارہ) اُس کے پیچھے پیچھے چلی جا - (وہ گئی) پس اُسے دور سے
دیکھا اور وہ نہین جانتے تھے - پھر موسٰے علیہ السلام کے واپس آنے کے اسباب بیان
3-11 فرماتا ہے - وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ
3-12 يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ ۝ فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَ
لِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ع اور ہمنے موسٰے پر دائیون کا (ع ۱۳ ۴)
دودھ پہلے سے روک رکھا تھا پس (موسٰے کی بہن) بولی کہ کیا مین تمھین ایک گھر والون کا
پتہ بتاؤن جو تمھارے لئے اس (بچہ) کی پرورش کرین اور وہ اُس کے خیرخواہ ہین
پس ہم نے موسٰے کو انکی مان کی جانب لوٹا دیا تاکہ اُسکی آنکھ (اُن کے سبب سے)
ٹھنڈی رہے اور نہ رنج کرے اور تاکہ جان لے کہ بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے

وحرمنا - اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم والحاکم وصححہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی قولہ وحرمنا علیہ المراضع من قبل قال لایقبل ثدی امراۃ حتی یرجع الی امہ (در) اس سے تحریم قدری مراد ہے تاکہ موسٰے علیہ السلام اپنے مان کے سوا دوسرے کا دودھ نہ پئین - اور اس سے انکی بزرگی مقصود ہے اور یہ کہ اس سبب سے آپ اپنی والدہ کے پاس آجائین اور وہ دودھ پلائین - پہلے ڈرتی تھین اب بے فکر ہو جائین عینہا - ای بہ - لایعلمون - یعنے افعال الٰہی کو نہین جانتے - کہ بہت سے کام نفس کو برے معلوم ہوتے ہین لیکن انجام اسکا اچھا ہوتا ہے - ۱۲

ولیکن اُن مین کے اکثر لوگ نہین جانتے۔ یعنی حقیقتِ وعدۂ آلٰہی کو نہین پہچانتے کیونکہ اُن کا آئینۂ دل زنگ سے آلودہ ہے۔ اس لئے وہ آیاتِ الٰہی مین تدبر نہین کرتے آدمی کو چاہیئے کہ صفائی قلب کی جانب جلد متوجہ ہو۔ تا مشاہدہ حاصل ہووے۔

مولانا فرماتے ہین ؎

آئینہ کز زنگ و آلایش جداست ۔۔۔ پُر شعاعِ نورِ خورشیدِ خداست

رَو تو زنگار از رخِ او پاک کن ۔۔۔ بعد ازان آن نور را ادراک کن

یہی تعلقات اُسکی حضوری سے مانع ہین۔ اگر تعلقاتِ ناجایز ہین اُس کا ترک تو فرض ہے اور اگر تعلقاتِ مباح ہین اُسکو بھی جس قدر کم کرین بہتر ہے۔ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا۔ ارشادِ خداوندی ہے۔ اور خود کو اہلِ قبور مین شمار کرنا ارشادِ مصطفوی ہے۔

مولانا گویا اسکی شرح فرماتے ہین۔ ؎

بند بگسل[1] باش آزاد اے پسر ۔۔۔ چند باشی بندِ سیم و بندِ زر

(تعلقات)

کوزۂ چشمِ حریصان پُر نشد ۔۔۔ تا صدف قانع نہ شد پُر دُر نشد

[1] جاننا چاہیئے کہ طریقۂ سلوک دو قسم پر ہے۔ ایک یہ کہ رذائل سے پاک ہوکر مستعدِ معرفتِ آلٰہی رہے۔ بعد اس کے معرفتِ آلٰہی و عشقِ باری حاصل ہووے۔ اسی لئے کہتے ہین کہ تخلیہ تحلیہ سے مقدم ہے۔ دوسرے یہ کہ پہلے عشق حاصل ہووے بعد حصولِ عشق کے تمام رذائل و نقایص خود بخود زایل ہو جاتے ہین۔ پہلی قسم کو "بند بگسل الخ" مین بیان فرمایا۔ اور دوسری قسم کو "ہر کرا جامہ الخ" مین ۱۲۰

ہر کرا جامہ ز عشقے چاک شد	او ز حرص و عیب کلی پاک شد
شاد باش ای عشقِ خوش سودائے ما (خیال)	اے طبیبِ جملہ علت ہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما	اے تو افلاطون و جالینوس ما

چنانچہ اُن دونوں وعدوں (موسےٰ کو اُن کی ماں کی طرف واپس کرنا اور اُنہیں (تحسین)
نبوت دینا) کے پورے ہونے کی کیفیت اسطرح بیان فرماتا ہے۔ وَلَمَّا بَلَغَ مُوسٰی (آ)
۱۴ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَدَخَلَ
الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ
۱۵ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ
عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۖ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ

اَشُدَّهٗ۔ ای قوتہ (مختار) وَاسْتَوٰى۔ ای انتھی شبابہ (مختار) بمعنی کمل وتم وھو تاکید لما قبلہ ولذا عطف علیہ۔ فَوَكَزَهٗ۔ ای ضربہ ودفعہ (مختار) جاننا چاہئے کہ ضرب اعضا کے یہ چند اقسام ہیں۔ اَلضَّرْبُ بِالرَّاحَةِ عَلٰى مُقَدَّمِ الرَّأْسِ صَقْعٌ۔ وَعَلَى الْقَفَا صَفْعٌ۔ وَعَلَى الْوَجْهِ صَكٌّ۔ (وبہ نطق القرآن) وَعَلَى الْخَدِّ بِبَسْطِ الْكَفِّ لَطْمٌ۔ وَبِقَبْضِ الْكَفِّ لَكْمٌ۔ وَبِكِلْتَا الْيَدَيْنِ لَدْمٌ۔ وَعَلَى الذَّقَنِ وَالْحَنَكِ وَهْزٌ وَلَهْزٌ۔ وَعَلَى الصَّدْرِ وَالْجَنْبِ بِالْاَصْبَعِ وَخْزٌ۔ وَعَلَى الصَّدْرِ وَالْبَطْنِ بِالرُّكْبَةِ زَبْنٌ۔ وَبِالرِّجْلِ رَكْلٌ۔ وَرَفْسٌ۔ وَعَلَى الضَّرْعِ كَسْعٌ۔ وَعَلَى الْعَجُزِ بِالْكَفِّ نَخْسٌ۔ وَبِالرِّجْلِ صَفْنٌ (فقہ اللغۃ) صفحہ ۱۹۲-۱۲

اور جب موسٰے اپنی جوانی کو پہونچے اور کامل ہوے تو إِنَّهُ عَدُوٌّ مُضِلٌّ مُبِينٌ

ہم نے انھیں حکم (یعنے نبوت) اور علم دیا۔ اور (جس طرح ہم نے موسٰے اور انکی

ماں پر کرم کیا) اسیطرح ہم نیکی کرنے والوں کو بدلا دیتے ہیں۔ اور موسٰے شہر (مصر)

میں داخل ہوے ایسے وقت کہ وہاں کے لوگ غفلت میں تھے تو اُس (شہر)

میں دو مردوں کو لڑتے ہوے پایا۔ یہ (ایک) موسٰے کی گروہ میں سے (یعنے

اسرائیلی) تھا اور یہ (دوسرا) اُن کے دشمنوں میں سے (یعنے قبطی) تھا۔ پس جو

انکی گروہ میں سے تھا اُس نے اُس پر جو اُن کے دشمنوں میں سے تھا موسٰے سے

فریاد چاہی۔ تو موسٰے نے اُسے گھونسا مارا پس اُسے مار ڈالا (بعد قتل) کہا یہ عمل

شیطان سے ہے بے شک وہ صریح دشمن گمراہ کرنے والا ہے۔ چونکہ یہ لغزش آپکی

رتبۂ عالی کی نسبت گناہ تھی اس لئے آپ اس طرح دعا کرتے ہیں۔ قَالَ رَبِّ

اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ قَالَ

رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ ۝ فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ

۱ قال مجاهد یعنی النبوة (ابن کثیر) ۲ موسٰے علیہ السلام کو ماں سے جدا رہنا ایک دن رات تھا یا اس کے قریب۔ غرض تھوڑا ہی زمانہ تھا۔ اسی طرح اللہ تعالٰی متقیوں کو بھی ہر تکلیف کے بعد راحت عنایت فرماتا ہے ۳ یعنے درمیان مغرب و عشا کے کہ اسوقت سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھے۔ اور بعضوں نے کہا وہ وقت قیلولہ تھا۔ ۴ بعضوں نے کہا کہ خدا نے اسپر موت کا حکم کر دیا تو وہ مر گیا۔ بما۔ الباء للقسم وما مصدریۃ

خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى
اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ ۝ فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا قَالَ
يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ
جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ
اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ
فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ
ع ۸/۲ ۵ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ کہا کہ اے میرے رب بیشک میں نے اپنی ذات
پر ظلم کیا پس تو مجھے بخشدے تو اس نے انھیں بخشدیا۔ اس لیے کہ وہی بخشنے والا مہربان
ہے۔ کہا کہ اے میرے رب بسبب اس چیز کے جو تُونے انعام فرمائی (یعنی مغفرت وغیرہ)

(بقیہ صفحہ گذشتہ) وجواب القسم محذوف ای اقسم بانعامك علیّ لا متنعن عن مثل هٰذا الفعل۔ او الباء سببية متعلقة بفعل مقدر يعطف عليه لن اكون الخ وما موصولة والمعنى بسبب الذي انعمت علىّ من القوة اشكرك الخ (روح المعانی) يستصرخه۔ مشتق من الصراخ وهو الصّياح۔ ثم تجوز به عن الاستغاثة حتى صار حقيقة عرفية (خفاجی) اخرج عبد بن حميد وابن ابی حاتم عن ابن عباس فی قوله فاذا الذی۔ قال هو صاحب موسى الذی استنصره بالامس (در) اقصا۔ القصا البعد۔ والقصى البعيد يقال قصوت عنه۔ واقصيت ابعدت۔ والمكان الاقصى والناحية القصوى (مفردات) يأتمرون۔ يتشاورون وانما سمى التشاور ائتمارا لان كلا من المتشاورين يأمر الآخر ويأتمر (ای يقبل الامر) (بیضاوی) ۱۲

پس ہرگز گناہگارون کے لئے پشت پناہ نہ ہون گا۔ پس (موسٰے نے) اس شہر مین
ڈرتے انتظار کرتے صبح کی۔ پس ناگہان وہ شخص جس نے اُن سے کل مدد چاہی تھی
وہ (پھر) اُن سے فریاد کرنے لگا (دوسرے قبطی پر) موسٰے نے اُس سے کہا بیشک
البتہ تو ایک ظاہر گمراہ ہے۔ پھر جب موسٰے نے یہ ارادہ کیا کہ جو اُن دونون کا دشمن
ہے اُسے پکڑین تو بولا کہ اے موسٰے کیا تم چاہتے ہو کہ تم مجھے بھی قتل کرو جسطرح تم نے
کل ایک شخص کو قتل کیا۔ تم نہین چاہتے مگر یہ کہ زمین مین سرکش ہو کر رہو۔ اور تم
نہین چاہتے یہ کہ تم اصلاح کرنے والون مین سے ہو جاؤ۔ اور ایک مرد شہر کے پرے
سرے سے دوڑتا ہوا آیا بولا کہ اے موسٰے بے شک سردار (قوم) تمھارے بارے
مین مشورہ کر رہے ہین تاکہ تمھین قتل کرین پس تم نکل جاؤ بے شک مین تمھارے لئے
خیر خواہون مین سے ہون پس اس (شہر) سے ڈرتے ہوے خیال کرتے ہوے

۱؎ یعنے ایسی کسی کی مدد نہ کرونگا کہ وہ گناہ کا باعث ہو جیسے اس اسرائیلی وسبطی کی مدد سے قبطی قتل ہو گیا۔ ۲؎ انتظار اس بات کا تھا کہ شاید کوئی انھین بلائے اور قصاص لے ۳؎ یعنے اسرائیلی سے کہا کیونکہ وہ کل ایک قبطی کے قتل کا باعث ہو چکا تھا۔ اور آج چاہتا تھا کہ دوسرے قبطی کے قتل کا باعث ہو ۴؎ یعنے تیرے ہی سبب سے کل ایک شخص قتل ہو چکا ہے پھر اب دوسرے کا قتل چاہتا ہے۔ ۵؎ یعنی موسٰے علیہ السلام اور سبطی کا جو دشمن تھا یعنی قبطی۔ لیکن اسرائیلی نے بے وقوفی سے یہ خیال کیا کہ حضرت موسٰے میرا قصد کرتے ہین۔ کیونکہ آپ نے اسے گمراہ کہا تھا اس لئے اُس راز کو ظاہر کر دیا۔ اور اس راز سے سوا اسرائیلی کے اور کوئی واقف نہ تھا۔ قبطی نے اسرائیلی سے قتل کا واقعہ سنکر فرعون کو اطلاع دی فرعون نے آپ کو پکڑ لانے کے لئے روانہ کیا۔ (ابن کثیر بزیادۃ یسیر) ۶؎ خیال اس بات کا تھا کہ شاید کوئی ان کے پیچھے آتا ہے

نکل گئے۔ کہا کہ اے میرے رب مجھے ظالمون کی گروہ سے نجات دے۔ حضرت موسے علیہ السلام کا یہ کہنا کہ مین گناہگارون کا مددگار نہ ہونگا۔ علمانے اس سے استدلال کیا ہے کہ ظالمون کی امداد اور انکی خدمت ممنوع ہے۔ حدیث مین آیا ہے کہ ظالمون کے مددگار ظالمون کے ہمراہ ایک ہی عذاب مین گرفتار رہین گے۔ جب حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ کو قرآن کے مخلوق نہ کہنے سے قید کیا گیا۔ تو داروغۂ محبس نے آپسے پوچھا کہ جو وعید مددگار ظلمہ کے لئے آئی ہے کیا مین بھی اُس مین شامل ہون۔ آپنے فرمایا تو خود ظالم ہے۔ مددگارِ ظالم وہ ہین جو اُسے پکاتے اور کھلاتے اور اُسکی خدمت کرتے ہین افسوس کا مقام ہے کہ جو لوگ اپنے دین کو دنیا کے عوض بیچ ڈالتے ہین۔ اور خلاف احکام خدا و رسول مین حکّام کی مدد کرتے ہین۔ انھین چاہئے کہ اپنے حال پر آٹھ آٹھ آنسو روئین۔ اور اُس ملازمت سے کہ جسمین ظالمونکی مددگاری ہو آج ہی علحدہ ہو جائین۔ مولانا فرماتے ہین ؎

باشد ابن الوقت صوفی اے رفیق۔	نیست فردا گفتن از شرطِ طریق
تو مگر خود مردِ صوفی نیستی؛	نقد را از نسیہ خیزد نیستی

ادبار

۵ جس طرح کہ بیٹا باپ کا حق ادا کرتا ہے۔ اسی طرح صوفی ادائی حقوقِ وقت کرتا ہے۔ اور جو حال وارد کہ اُس پر آتا ہے اُس کا حق پوری طور سے بجالاتا ہے ۱۲

اسکے بعد موسیٰ علیہ السلام کی نکلنے کا حال بیان فرماتا ہے وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّىٓ اَنْ يَّهْدِيَنِىْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ اور جب (موسیٰ) مدین کیطرف متوجہ ہوئے تو کہا امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدہی راہ دکھائے۔ ظاہر میں تو موسیٰ علیہ السلام سے لغزش کا کام ہوا لیکن حقیقت مین نیکیون کا سرانجام ہوا اس لغزش نے شہر چھوڑایا سب سے توڑایا۔ دیکھنے کو تو آپ کا رخ شہر مدین کی طرف تھا لیکن دل رب ذوالمنن کی طرف تھا ۝

غمت تا یار من شد روئے در راہ عدم کردم	خوش ست آوارگی آنرا کہ ہمراہ چنین باشد

اب جس مقام پر آئے اُس کا ذکر فرماتا ہے۔ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِىْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ۝ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰىٓ اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ۝ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِىْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِىْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِىُّ الْاَمِيْنُ ۝

يَصْدُرَ بصری اور شامی ثلاثی مجرد سے یعنے جب چرواہے پہرین

يا ابتَ شامی ساتہ فتح تا

عسے۔ ابن عباس فرماتے ہین کہ حضرت موسیٰ مدین کی جانب متوجہ ہوکر نکلے لیکن راہ نہ معلوم ہونے سے اللہ سے حسن ظن رکھکے فرمایا عسے ربی الخ (ابن جریر) لہ ایک شہر کا نام ہے۔ ماء مدین۔ یہ پانی ایک باولی مین تھا۔ چرواہے بکریون کو لیکر وہان آتے تھے۔ تذودان۔ ای تحبسان غنمہما۔ یقال منہ ذاد فلان عنہ وماشیتہ۔ اذا ارادشئ من ذلک لیشذ ویذہب فردہ ومنعہ۔ یذود ہا ذودًا۔ وعن ابن عباس تحبسان (ابن جریر) ماخطبکما۔ بمعنی ما امرکما و حالکما عن ابن عباس قال قال لہما ما خطبکما معتزلتین لا تسقیان مع الناس (ابن جریر) علی استحیاء عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مستترۃ بکم درعہا او بکم قمیصہا (ابن جریر) ۱۲

هٰتَيْنِ
کہ ساتھ تشدید نون کے

قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓي اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ
اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ۭ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ
الصّٰلِحِيْنَ ۝ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ۭ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ۭ وَ
اللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ع اور جب (موسیٰ) مدین کے پانی[1] پر پہنچے تو اس پر ایک گروہ
۳ ع ۷
لوگوں سے پایا کہ وہ (اپنے جانوروں کو) پانی پلاتے ہیں۔ اور ان سے نیچے[2] دو عورتیں
پائیں کہ بکریاں روکے ہوئے ہیں (تاکہ اوروں کے گلے میں نہ مل جائیں موسیٰ نے)
کہا کہ تم دونوں کا کیا حال ہے ان دونوں نے کہا کہ ہم نہیں پلاتے یہاں تک کہ
چرواہے[3] (اپنے جانوروں کو) پھیر لیجائیں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں (جو پانی
پلانے کو آ نہیں سکتے) پس (موسیٰ نے) ان دونوں کے واسطے (انکی بکریوں کو)
پانی[4] پلایا پھر سایہ کی طرف پھرے پس کہا کہ میرے پروردگار بے شک میں اس بھلائی کا

[1] مدین میں ایک باؤلی تھی کہ جہاں چرواہے اپنے جانوروں کو لایا کرتے تھے۔ [2] یعنے جہاں وہ لوگ پانی پلا رہے تھے اس سے نیچے ایک جانب پر یہ دونوں لڑکیاں تھیں۔ اکثر مفسروں نے کہا کہ ان لڑکیوں کے باپ کا نام شعیب علیہ السلام تھا۔ لیکن اس میں دوسرے اقوال بھی مذکور ہیں۔ تفسیر ابن کثیر ملاحظہ ہو۔ [3] مفعول محذوف ہے یعنے مواشی۔ [4] حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب موسےٰ علیہ السلام مدینا کے کنوئیں پر وارد ہوئے۔ تو وہاں لوگوں کو پانی پلاتے پایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا پھر جب وہ لوگ پانی پلانے سے فارغ ہوئے تو بدستور ایک بھاری پتھر کو کنوئیں پر ڈال دیا جس کو دس آدمیوں کہ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ بس ناگاہ حضرت موسے علیہ السلام نے دو عورتوں کو دیکھا کہ الگ کھڑی ہیں تو پوچھا کہ

جو تو میری طرف نازل کرے محتاج ہوں ۔ پس اُن دونوں عورتوں میں سے ایک
موسےٰ کے پاس شرم سے چلتی ہوئی آئی ۔ کہنے لگی کہ بے شک میرے باپ تمھیں بلاتے
ہیں تاکہ تمھیں اُسکی مزدوری دیں جو تم نے ہمارے واسطے (ہماری بکریوں کو) پانی
پلایا ہے ۔ پس جب موسےٰ اُن کے (باپ کے) پاس آئے اور اُن سے سارے احوال
بیان کئے ۔ کہا نہ ڈرو ۔ تم نے ظالموں کی گروہ سے نجات پائی ۔ اُن دونوں عورتوں
میں سے ایک نے کہا کہ اے میرے باپ اُنھیں اُجرت پر مقرر کر لو بے شک جنھیں تم مقرر
کرتے ہو اُنمیں بہتر وہی ہے جو قوت والا امانت دار ہو ۔ کہا کہ بے شک میں چاہتا ہوں

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) تمہارا کیا حال ہے پس انہوں نے اپنا حال بیان کیا پس حضرت موسےٰ علیہ السلام کنویں پر آئے اور
پتھر اُٹھا کر الگ کر دیا ۔ پھر صرف ایک ہی چرس (یعنے بڑا ڈول) کھینچا کہ اس سے تمام بکریاں سیراب ہوئیں (ابن
کثیر ابن ابی شیبہ سے اور کہا کہ سند اسکی صحیح ہے) اور ابن ابی شیبہ کے سوائے عبد بن حمید اور ابن المنذر اور ابن ابی
حاتم اور حاکم مع تصحیح کے اسکی تخریج کی اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت موسےٰ نے اُن لڑکیوں کو اپنے پیچھے چلنے
حکم دیا (در) لہ شیخ ابن عطا رحمۃ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اپنی عبودیت کی نگاہ سے ربوبیت کو دیکھکر محتاجی کی زبان
کھولی کیونکہ اُن کے دل پر انوارِ الوہیت کا ظہور ہوا ۔ اکثر لوگوں نے اس سے احتیاج غذا سمجھا اور بعضوں نے کہا
یہاں خیر سے مراد خیرِ دینی ہے نہ دنیوی یعنے تو نے جو میری طرف دینی بھلائی اتاری ہے اس کے لئے میں فقیر ہو گیا ہوں
اور وہ عیش و مالداری جو فرعون کے پاس مجھے حاصل تھی میں نے چھوڑ دی ؎

با فقر بساز م کہ مرا فقر خوش است	گر ہیچ ندارم چو تو دارم ہمہ ہست

لہ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے روایت ہے کہ باپ نے اپنی لڑکی سے پوچھا کہ تجھے اُسکی قوت و امانت
کہاں سے معلوم ہوئی اس نے عرض کیا کہ اس نے تنہا کنویں کا پتھر پھینکدیا اور چرس کھینچ لیا اور جب میں اُسکو

کہ تمھارے ساتھ اپنی اِن دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح کر دوں اس بات پر کہ تم آٹھ
سال میری مزدوری کرو۔ اور اگر تم دس برس پورے کروگے تو (یہ پورا کرنا) تمھاری
طرف سے (احسان) ہے۔ اور میں نہیں چاہتا کہ تم پر سختی کروں عنقریب انشاء اللہ
تم مجھے نیکوں میں سے پاؤگے (موسےٰ نے) کہا کہ (عہد) میرے اور تمھارے درمیان
میں ہے کوئی اُن دونوں مدتوں میں سے پوری کر دوں تو مجھپر زیادتی (کا کسی کو
حق) نہیں ہے اور اللہ اس بات پر جو ہم کہہ رہے ہیں آگاہ ہے **صحیح بخاری**
میں ہے کہ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حیرہ کے ایک یہودی نے مجھ سے پوچھا کہ
حضرت موسےٰ علیہ السلام نے کون میعاد پوری کی۔ میں نے جا کر ابن عباس رضی اللہ
عنہما سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ دس برس پورے کئے۔ **غرض** جب اللہ تعالےٰ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) بلانے گئی تو اس نے نظر نہیں اٹھائی اور مجھی کو پیچھے چلنے کا حکم دیا اور کہا کہ جہاں راہ مختلف ہو مجھ کو آگاہ کرنے کے لئے پتھر پھینک دینا میں آگاہ ہو جاؤں (ابن کثیر) **حضرت ابن مسعود** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین شخصوں کی فراست تین شخصوں کے مقدمہ میں یادگار ہے ایک شعیب علیہ السلام کی بیٹی کی فراست حضرت موسےٰ علیہ السلام کے مقدمہ میں اور دوسرے صاحب یوسف کی فراست حضرت یوسف علیہ السلام کے مقدمہ میں تیسرے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فراست حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقدمہ میں۔ لہ یعنی آٹھ سال میری بکریاں چرایا کرو اگر دو سال بطور احسان زیادہ کرو تو تمھارا احسان ہے ورنہ آٹھ سال ہی کافی ہیں۔ ٢ہ یعنے میں تم پر دس سال پورے کرنے کا بار نہیں رکھتا یا یہ کہ ہر وقت میرا کام پورے کرنے کے لئے جھگڑا نہ کروں گا اور اس طرح کام لوں گا کہ جس سے تمھیں تکلیف نہ ہو۔ ٣ہ یعنے خوش معاملہ اور عہد پورا کرنے اور اجرت دینے میں شائستہ پاؤگے۔ ۱۲

کسی بندے کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے تو اسے پریشان کر دیتا ہے تا سب سے منہ موڑ کر حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ پھر اس توجہ میں جب انوارِ الٰہی کا کشف ہوتا ہے وہ سمجھ جاتا ہے کہ یہ سب عنایت و مہربانی تھی نہ تشویش و پریشانی۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ
لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ
لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ
الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى اِنِّيْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ
فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۚ يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ قف
اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ۝ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ
وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ
وَمَلَا۟ئِهٖ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ
اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْۤ
اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا
فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَاۤ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَهُمْ

شَاطِئُ الوادِ۔ ای جانبہ (مفردات) جَانٌّ قیل ضرب من الحیات (مفردات) اَلرَّهْب۔
قال مجاهد الفزع وقال قتادة الرعب (ابن کثیر) رِدْاً۔ الذی یتبع غیرہ معینا لہ (مفردات) ۱۲

لِاَهْلِهُ حمزہ ساتھ ضم ہا کے

جُذْوَةٍ حمزہ ساتھ ضم جیم کے

جِذْوَةٍ نافع و مکی و بصری و شامی و کسائی ساتھ کسرہ جیم کے

اَلرُّهْب شامی و شعبہ و حمزہ و کسائی ساتھ ضم را اور سکون ہا کے

فَذٰنِّكَ مکی و بصری ساتھ تشدید نون مع طول ہے

رِدًا نافع ساتھ ... معنی

يُصَدِّقُنِيْ عاصم و حمزہ ساتھ رفع قاف کے

يُكَذِّبُوْنِيْ ورش ساتھ یا کے

مُوسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِىْٓ اٰبَآئِنَا
الْاَوَّلِيْنَ ○ وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّىْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ
تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ○ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا
الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِىْ فَاَوْقِدْ لِىْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ
لِّىْ صَرْحًا لَّعَلِّىْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّىْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ وَاسْتَكْبَرَ
هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ○ فَاَخَذْنٰهُ
وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ○ وَ
جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ○ وَاَتْبَعْنٰهُمْ
فِىْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ○ پھر جب موسٰی نے

مدت پوری کی اور اپنے لوگوں کو لئے جاتے تھے تو (کوہ) طور کی طرف سے ایک آگ
دیکھی تو اپنے لوگوں سے کہا کہ ٹھہرو بیشک میں نے ایک آگ دیکھی شاید کہ میں
تمھارے پاس اُس سے کچھ خبر یا چنگاری آگ کی لے آؤں تاکہ تم اپنے کو گرم کرلو
پھر جب اُس (آگ) کے پاس آئے تو میدان[2] کے کنارے سے جو سیدھی جانب تھا برکت والی

تکون — حمزہ وکسائی کے ساتھ یا تذکیر کے۔

قال — کی ساتھ واو کے مصحف مکی میں اسی طرح ہے۔

لا یرجعون — نافع وحمزہ وکسائی کے ساتھ معروف کے

ع ۱۴ / ۷

فاوقد لی۔ یعنے یتخذ لہ اجرا یعنے اینٹیں تیار کر ابن منذر نے ابن جریر سے روایت کی کہ فرعون نے ہی سب سے پہلے اینٹ بنانے کا حکم دیا۔ صرحا۔ الصرح بیت عال (مفردات) [1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑی مدت پوری کی یعنے دس برس تک بکریاں چرائیں۔ [2] یعنے جب وادی ایمن کے کنارے پہونچے

جگہ میں درخت سے یہ آواز دی گئی کہ اے موسےؑ بیشک میں اللہ رب العالمین ہوں
اور یہ کہ تم اپنا عصا ڈال دو پھر جب (موسےؑ نے) اُسے دیکھا کہ حرکت کرتا ہے گویا کہ وہ
سانپ ہی پھرے منہ موڑکر اور نہ التفات کیا۔ (ندا آئی کہ) اے موسےؑ متوجہ ہو اور نہ
ڈرو۔ بے شک تم امن والوں میں سے ہو۔ اپنا ہاتھ اپنے جیب میں ڈالو کہ سفید (چمکیلا
ہوا) بے عیب نکلیگا۔ اور اپنی طرف اپنا ہاتھ ڈر سے لگا لو پس یہ دونوں (عصا
اور ید بیضا) تمہارے رب کی طرف سے دو دلیلیں ہیں فرعون اور اُسکی گروہ
کی جانب بے شک وہ ایک گروہ فاسق ہے۔ (موسےؑ نے) کہا کہ میرے رب میں نے
اُن میں سے ایک کو قتل کیا ہے تو ڈرتا ہوں یہ کہ وہ مجھے قتل کر ڈالیں۔ اور میرے بھائی

(بقیہ صفحہ گذشتہ) یعنے پہاڑ کے متصل وادی کا کنارہ جو موسےؑ علیہ السلام کے دائیں ہاتھ بجانب مغرب پڑتا تھا جس طرح فرمایا وما کنت بجانب الغربی اذ قضینا الی موسی الامر الخ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسےؑ علیہ السلام نے آگ کا قصد بجانب قبلہ کیا اور کوہ غربی آپ کے دائیں پڑتا تھا (ابن کثیر) سلہ ای اذا دخلت یدک فی جیب درعک ثم اخرجتہا فانہا تخرج تتلألأ کانہا قطعۃ قمر فی لمعان البرق (ابن کثیر) قمیص کے چاک سے بغل کے نیچے قلب سے متصل اپنا ہاتھ لیجانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ تمھاری نور قلبی کا عکس تمھارے ہاتھ پر ظاہر ہوگا۔ جسکو دیکھکر اہل ایمان مطمئن ہوں گے۔ سلہ یعنے جب کبھی بمقتضائے بشریت کچھ خوف ہو تو تم اپنے سینہ پر اپنا ہاتھ رکھ لو۔ تو وہ خوف دفع ہو جائے گا۔ اگر کوئی مسلمان حضرت موسےؑ کی اقتدا کے لحاظ سے ایسا کرے اور دل پر ہاتھ رکھے تو امید ہے کہ اُس کا خوف دور ہو یا کم ہو جائے۔ (ابن کثیر) سلہ یعنے دائرۂ اسلام سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ ۱۲

ہارون وہ مجھ سے زبان آوری میں بہت فصیح ہیں پس میرے ساتھ انھیں مددگار
بناکے بھیجدے تاکہ میری تصدیق کریں ۔ بیشک میں ڈرتا ہوں یہ کہ وہ تکذیب کریں
(حق تعلےٰ نے) کہا قریب ہو کہ ہم تمھاری قوت[1] تمھارے بھائی کے سبب سے
بڑھا دیں گے اور ہم تمھیں غلبہ دیں گے پھر وہ تم دونوں کی طرف بسبب ہماری
آیات (پہونچانے[2]) کے نہ پہونچ سکیں گے (یعنے انھیں تم پر غلبہ نہ ہوگا) تم دونوں
اور جو تم دونوں کی پیروی کرے وہ غالب ہے ۔ پھر جب موسےٰ علیہ السلام ان کے پاس
ہمارے ظاہر معجزے لائے تو بولے نہیں ہے یہ مگر جادو افترا کیا ہوا ۔ اور ہم نے یہ
پہلے باپ دادا میں نہیں سنا ۔ (یعنے[3] اس دین پر کسی کو نہیں دیکھا) اور موسےٰ علیہ السلام نے
کہا کہ میرا رب اس شخص کو جو ہدایت لیکر اس کے پاس سے آیا خوب جانتا ہے اور
اس کو کہ جس کا انجام دنیا میں بہتر ہو[4] (یعنے نصرت و تائید) بے شک شان یہ ہی
کہ ظالم نجات نہ پائیں گے ۔ اور فرعون نے کہا کہ اے لوگو میں نے تمھارے لئے
کوئی معبود اپنے سوا نہیں جانا پس میرے لئے اے ہامان مٹی پر آگ جلا (یعنے پکی اینٹ

[1] سنشد عضدك کے لفظی معنے یہ ہیں کہ ہم تمھارا بازو سخت کردیں گے ۔ [2] ای لاسبیل لهم الی الوصول الی اذاکم بسبب ابلاغکما ایات الله (ابن کثیر) [3] یقولون ما رأینا احداً من اباءنا علی هذا الدین (ابن کثیر) بعض کہتے ہیں یعنے گذشتہ زمانے میں بھی ایسا جادو نہیں سنا ۔ [4] ای من النصرة والظفر والتائید (ابن کثیر) ۱۲

بنا) پھر میرے لئے بلند محل بنا شاید کہ میں موسٰے کے خدا کی طرف اطلاع پاؤں
اور بے شک میں انھیں جھوٹوں میں سے گمان کرتا ہوں۔ اور وہ اور اُس کے
لشکروں نے ناحق زمین میں تکبر کیا اور اُنھوں نے گمان کیا کہ بیشک وہ ہماری
طرف نہ پھیرے جائیں گے۔ تو ہم نے اُسے اور اُس کے لشکروں کو پکڑ لیا پھر ہم نے
انھیں دریا میں ڈالدیا۔ پھر دیکھو (اے نبی کریم) کہ انجام ظالموں کا کیا ہوا۔ اور
ہم نے اُنھیں پیشوا بنایا کہ لوگوں کو آگ کی طرف بلاتے ہیں۔ اور وہ قیامت
کے دن بدصورتوں میں سے ہیں۔ فرعون کا قصہ سورۂ طٰہٰ میں تفصیل سے
گذرچکا ہے یہاں اس کا ذکر بھی ہے کہ فرعون نے اپنے وزیر کو جو ہامان تھا محل بنانیکا
حکم دیا۔ اور اس فرعون کی یہ عادت تھی کہ جہاں دلیلِ موسٰے غالب ہوئی تو وہ
اس دلیل کے دفع کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی شبہ پیدا کرتا جس سے وہ اپنی قوم کو حیلہ
انگیزی کرکے خراب کرنا چاہتا تھا۔ یہی حال فرعونِ نفس کا ہے کہ سینکڑوں طرح کے حیلے
اور فریب سے موسیِٰ قلب کو راہِ حق سے پھراتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

ف بعض کہتے ہیں کہ محل بنایا گیا اپنے احمق سے اُس پر چڑھکر آسمان کی جانب تیر پھینکا اور وہ تیر خون آلودہ ہوکر واپس کردیگئی لیکن غالبًا یہ روایت صحیح نہ ہوگی۔ اور بعض نے کہا کہ اس نے مکان نہیں بنایا صرف اپنی قوم کو دھوکا دینے کے لئے اس طرح کہا اور ان کو اس دھوکہ میں ڈالدیا کہ میں اس امر کی تحقیق کررہا ہوں ۱۲-

صورت نفس ار بجوئی اے پسر ۔ قصۂ دوزخ بخوان با ہفت در
ہر نفس مکرے و در ہر مکر زاں ۔ غرق صد فرعون با فرعونیاں
مادرِ بتہا بتِ نفس شماست ۔ زانکہ آں بت مار وایں بت اژدہاست
بت شکستن سہل باشد نیک سہل ۔ سہل دیدن نفس را جہل ست وجہل

بعد ہلاکِ فرعون و فرعونیاں موسٰے علیہ السلام پر جو کچھ انعامات ہوئے اور توریت
نازل ہوئی اُسے بیان فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ
الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ
الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا

لہ یعنے صورت نفس کو اگر تحقیق کرنا چاہو تو دوزخ کا حال پڑھ لو۔ یعنے نفس مشابہ دوزخ کے ہے۔ جس طرح دوزخ میں ہر قسم کے شرور و آفات ہیں اسیطرح نفس میں بھی بلکہ شرور دوزخ اُن ہی شرور نفس کا ثمرہ ہے۔ دوسرے معنے یہ ہیں کہ نفس امارہ سات دروازوں والے دوزخ کے ساتہ تشبیہ کامل رکھتا ہے جسطرح دوزخ کی سات دروازوں سے آدمی مبتلای عذاب ہونگے اسیطرح نفس سات اعضا سے افعال قبیحہ صادر کراکے مبتلای عذاب کردیتا ہے۔ وہ سات اعضا یہ ہیں (۱) منہ (۲) فرج (۳) ہاتہہ (۴) پانو (۵) آنکھہ (۶) کان (۷) دل " بصائر- حال من الکتٰب علی انه نفس البصائر۔ والبصائر جمع بصیرة وهی نور القلب الذی به یستبصر (روح) بجانب الغربی۔ ای بجانب الجبل الغربی الذی کلّم اللہ موسٰی من الشجرة التی هی شرقیة علی شاطئ الوادی (ابن کثیر) جسطرح نوح علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا تلك من انباء الغیب نوحیها الیك ما کنت تعلمها انت ولا قومك من قبل هذا الایه ۱۲-

فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَلَٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ۝ وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَٰكِن رَّحْمَةً مِّن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُم مِّن نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ وَلَوْلَا أَن تُصِيبَهُم مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ اور بیشک ہم نے موسٰے علیہ السلام کو کتاب دی بعد اس کے کہ ہم اگلی امتوں کو ہلاک کر چکے (اس حال میں کہ اس کتاب میں تھیں) دلیلیں لوگوں کے لئے اور ہدایت اور رحمت تاکہ وہ نصیحت مانیں۔ اور (اے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) تم (کوہ طور کے) غربی جانب موجود نہ تھے جب ہم نے موسٰے علیہ السلام کے جانب وحی بھیجی اور نہ تم (اس واقعہ کے وقت) حاضرین میں سے تھے۔ ولیکن ہم نے کئی قرن پیدا کئے پس ان (قرن والوں) پر ایک زمانہ دراز گذرا۔ اور نہ تم مدین والوں میں رہتے تھے کہ اُن پر ہماری آیتیں پڑھتے ولیکن ہم (تمہاری طرف ان خبروں کے) بھیجنے والے ہیں۔ اور نہ تم طور کے طرف تھے جب ہم نے آواز دی لیکن تمہارے پروردگار کی رحمت (کے باعث جو تم پر ہے ان واقعات سے اطلاع دی) تاکہ تم اُس قوم کو ڈراؤ جس کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرانیوالا

ثاویا۔ الثواء هو الاقامة والاستقرار ای وما كنت مقيما فی اهل مدين۔ تتلوا عليهم ای تقرأ على اهل مدين بطريق التعلم منهم۔ رحمة من ربك۔ ای ارسلناك رحمة كائنة منا لك۔ ۱؎ بحذف المضاف ای بجانب الجبل الغربی ۲؎ ولكن نحن اوحينا اليك ذلك (ابن كثير)۔

نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت مانیں ۔ اور اگر یہ نہ ہوتا کہ (جب) بسبب اُس کے جو اُن کے
ہاتھوں نے آگے بھیجا ہی اُنھیں کوئی مصیبت پہونچتی تو کہتے کہ ہمارے پروردگار ہماری
طرف کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا تاکہ تیری آیتوں کی اتباع کرتے اور ایمان داروں میں ہی ہو جاتے
(تو ہم رسول نہ بھیجتے) اللہ تعالیٰ ان آیتوں میں اخبارِ غیب کو آپ کا معجزہ بتلاتا ہی کیونکہ
نہ آنحضرت نے ان واقعات کو مشاہدہ کیا اور نہ اُس وقت موجود تھے ۔ اور نہ کبھی آپنے
اُن لوگوں سے جو اُن حالات سے واقف تھے تعلیم پائی ۔ پس یہ آپ کے نبوت کی صریح
دلیل ہوی ۔ پھر ارسالِ رسل میں یہ حکمت بتلائی کہ اگر ہم ان کفار کو بسبب شرک و
معاصی کے عذاب کرتے تو صاف کہدیتے کہ تو نے ہماری طرف رسول کیوں نہیں بھیجا ۔
تو ہم نے اس عذر کے دفعیہ کے لئے رسول نازل فرمایا ۔ لیکن قبلِ بعثت تو یہ شبہ تھا اور
اب بعدِ بعثت عناد و سرکشی سے یہ شبہ کرتے ہیں کہ موسیٰ کی طرح آپ کو معجزات کیوں
نہیں دئے گئے جس طرح فرماتا ہی ۔ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ

لہ والجواب محذوف (ای) ما ارسلناک ای انما ارسلناک قطعا لیئے جو مختلف شرا ما للحجة علیهم (بیضاوی)
الحق ۔ ابن عباسؓ نے کہا فلما جاءهم محمد اور اس میں اشارہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعدِ وصول
مقامِ عندیت کے مبعوث ہوے ۔ اور آپ مستحق ہوئے جب کا نام اللہ تعالیٰ حق رکھے حالانکہ
یہ نام اللہ تعالیٰ کا ہی اور اسمیں اشارہ آپ کی انانیت سے فنا ہونے اور ہویتِ حق سے باقی
رہنے کا ہی اور آپ کو انا الحق کہنا سزاوار ہی اگرچہ یہ کلمہ آپ کے بعض متبعین سے صادر ہوا ہے ۔ اور

مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۟ۙ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ۝ پہر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آگیا تو کہنے لگے کہ کیوں نہیں دیا گیا (محمد عربی کو معجزہ عصا وغیرہ) جیسا کہ موسے کو دیا گیا تہا۔ کیا انہوں نے اس کا انکار نہ کیا تہا جو پہلے موسے کو دیا گیا۔ کہنے لگے کہ (توریت وقرآن) دو جادو ہیں باہم ایک دوسرے کے موافق ہوگئے اور بولے کہ بیشک ہم سب کا انکار کرتے ہیں جب موسے کی نبوت کا انکار کیا تو آنحضرت کی نبوت سے بہی انکار کرنا کچہہ بعید نہیں۔ اگرچہ آپ کی نبوت دلائل سے ثابت ہوجائے۔ **بعد جواب شبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل بیان فرماتا ہے۔** قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ع (اے نبی) کہدو کہ (اچہا) تم پہر کوئی کتاب

ع ۸ / ۸

سٰحِرٰنِ نافع ومکی والبصری وشامی بصیغہ اسم فاعل پڑہتے ہیں۔ یعنے موسے وآنحضرت صلی اللہ علیہما السلام

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کیا عجب ہے کہ آئینہ قلب انکا کمال صفائی سے انعکاس انوار ولایت نبوت کو قبول کیا ہو جبکہ آئینہ قلب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل ہو۔ اور منبع اس آب حقیقت کا قلب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور بطور تبعیت اس قائل کے زبان سے نکلا ہو کما قال تعالیٰ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة اسی طرح تاویلات نجمیہ میں ہے (روح البیان) تَظٰهَرَا۔ ای تعاونا۔ لہ قال علی بن طلحہ والعوفی عن ابن عباس یعنون التوراة والقرآن۔ اس میں اور بہی اقوال ہیں۔ تفسیر ابن کثیر دیکہو۔

اللہ کی طرف سے ایسی لاؤ جو ان دونوں سے ہدایت میں بہتر ہو۔ تاکہ میں اسکی پیروی
کروں اگر تم سچے ہو (تو ایسا کرو گے)۔ پس (اے نبی) اگر تمھاری بات نہ قبول کریں تو
جان لو کہ بس وہ اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے
جو بغیر اللہ کی ہدایت کے اپنی خواہشوں کی پیروی کرے۔ بیشک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت
نہیں کرتا جب کوئی کتاب توریت و قرآن سے بہتر نہیں لاسکتے تو انپر الزام قایم ہو گیا
اب صرف اتباعِ خواہشِ نفسانی باقی رہی۔ اور جو خدا کی ہدایت چھوڑکر نفس کا پیرو
ہوا وہ تو بڑا ہی گمراہ ہے **فقیر** عرض کرتا ہے کہ عقل مثل نورِ بصارت ہے۔ اور شریعت مثل نورِ
شمس جب تک نورِ آفتاب نہ ہو آنکھ سے کچھ نظر نہیں آتا۔ اور جو بے نورِ آفتاب
راہ چلتا ہے ہر قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے اور منزلِ مقصود تک ہرگز نہیں پہونچ سکتا۔
اسلئے پیغمبروں کی ضرورت ہوئی۔ **بعد** دلیلِ نبوت کے قرآن کا ذکر فرماتا ہے وَلَقَدْ

وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ

وصّلنا لھم القول۔ مجاہد نے کہا فصّلنا۔ سدی نے کہا بینا (ابن کثیر) یعنی ہم نے گفتگو کو برابر بیان کیا اس طرح
کہ دعوے کو دلیلوں سے نصیحت کو وعیدوں سے قصہ کو مثالوں سے الذین اٰتینٰھم الکتٰب تا جٰھلین
شانِ نزول محمد بن اسحٰق سیرۃ میں لکھتے ہیں کہ بیس آدمی نصارٰی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر
مسلمان ہوئے تو یہ آیات انکی شان میں نازل ہوئیں۔ اور زہری کہتے ہیں کہ نجاشی اور انکے لوگوں میں نازل ہوئی
ہیں (مختصر ابن کثیر) صاحب تفسیر کبیر کہتے ہیں العبرۃ لعموم اللفظ لا بخصوص السبب تو جس میں
یہ صفت پائی جائے گی وہ ان آیات میں داخل ہوگا ۱۲

ترجمہ ... آیت ۵۱ تا ۵۵

الجزو

هُم بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ
مُسْلِمِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ
وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا
وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ۝ اور بیشک ہم نے ان کے لئے بات
بیان کی شاید کہ وہ نصیحت مانیں۔ ہم نے جن لوگوں کو اس (قرآن) سے پہلے کتاب
عنایت کی وہ اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جب وہ اپر پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں
کہ ہم اس پر ایمان لائے بیشک یہ برحق ہماری رب کی طرف سے ہے بیشک ہم اس (کے
اترنے) سے پہلے بھی مسلمان تھے۔ یہی ہیں جنھیں انکا دوہرا اجر دیا جائیگا بسبب
اس کے کہ انہوں نے صبر کیا اور بدی کا نیکی سے دفعیہ کرتے ہیں اور ہماری دی ہوئی میں
سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جب بیہودہ بات (طعن وتشنیع) سنتے ہیں تو اس سے روگردانی
کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے عمل اور تمھیں تمھاری عمل، تم پر سلام ہی۔ ہم (طریقہ)
جاہلوں کو نہیں چاہتے۔ اللہ تعالے ان آیتوں میں ان علماء اہل کتاب کا حال بیان
فرماتا ہی جو قرآن پر ایمان لائے تھے۔ اور پہلے بھی موحد تھے۔ اسی لئے انھیں دوہرا ثواب ہی[۲]

لا نبتغی الجٰھلین۔ ای لا نجازیھم بالباطل علی باطلھم۔ [۱] ای لا نرید طریق الجاھلین ولا نحبھا
(ابن کثیر) [۲] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین فریق ہیں کہ اپنا ثواب دو بار پائیں گے ایک

پہلی کتاب پر ایمان لاکر پھر اس قرآن پر بھی ایمان لائے۔ اور چونکہ یہ نفس پر بہت شاق ہوتا ہے اسی لئے فرمایا کہ انہوں نے صبر سے کام لیا۔ بعد ایمان کے طاعاتِ بدنی کا ذکر فرمایا کہ وہ لوگ گناہ کو نیکی سے مٹاتے ہیں۔ یا یہ کہ کوئی برائی کرے تو اسے معاف کر دیتے ہیں۔

پھر طاعاتِ مالی کا بیان فرماتا ہے کہ ہمارے دئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یعنی زکاتِ فرض اور صدقاتِ نفل میں مال فقراء پر تقسیم کرتے ہیں۔ پھر انکا جاہلوں سے روگردان ہونا بیان فرماتا ہے کہ جب وہ لغو سنتے ہیں تو ان لوگوں سے دور ہٹ جاتے اور انکی صحبت میں نہیں بیٹھتے اور جب کوئی جاہل ان سے جہالت کا جھگڑا کرتا ہے اور نالائق باتیں کہتا ہے تو اس کے جواب میں کچھ گفتگو نہیں کرتے بلکہ عمدہ طور پر اسے کہتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمارے ساتھ ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ ہیں اور تم پر سلام[۲] ہے ہم تمہیں محبوب نہیں رکھتے۔ **بعد** بیانِ ایمانِ اہلِ کتاب ایمانِ قریش کے متعلق ذکر فرماتا ہے۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) وہ شخص جو اہل کتاب میں سے تھا کہ اپنے پیغمبر پر ایمان لایا پھر محمد پر ایمان لایا۔ دوم وہ غلام و مملوک جس نے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کیا اور اپنے آقاؤں کا حق ادا کیا۔ سوم وہ مرد جس کے پاس کوئی باندی مسلمان تھی پس اُس نے اس باندی کو ادب سکھلایا پس اس کے ادب سکھلانے میں اچھی کوشش کی پھر اُس کو آزاد کرکے اس کے ساتھ نکاح کر لیا۔ یہ حدیث صحیح ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے (تفسیر ابن کثیر) [۱] پھر جو مطلق کسی کتاب پر ایمان نہ لایا ہو (جس طرح کفار مکہ) اسکو تو ضرور ہی ایمان لانا چاہئے [۲] یہ سلام تحیت نہیں بلکہ سلام رخصت و وداع کا ہے

اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ (اے خاتم المرسلین بیشک تم جس کو چاہو ہدایت نہیں دیسکتے

اور لیکن اللہ جس کو چاہتا ہی ہدایت دیتا ہی۔ اور وہی راہ پر آنے والوں کو خوب جانتا ہے

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہی کہ تم جسے طبعی طور سے چاہتے ہیں اسے ایسی ہدایت کہ جس سے اسلام میں داخل ہوجائے نہیں کرسکتے۔ بلکہ تمہاری شان یہ ہی کہ لوگوں کو پیغام آلہی پہونچائیں۔ لیکن اللہ تعالے اپنی علم و حکمت کے موافق جس کو چاہتا ہی ہدایت دیکر داخل اسلام کرتا ہی۔ کیونکہ بندوں کے افعال اللہ تعالے ہی کے پیدا کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہی ہدایت کے قابلیت والوں کو خوب جانتا ہی۔ ایک جائے فرمایا۔ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ یعنے بہت سے لوگ مومن نہیں ہیں اگرچہ (اے نبی) تم حرص کرو۔ **شانِ نزول**۔ اکثر احادیث میں اس آیت کا نزول ابوطالب کی شان میں ہے۔ اور ان کے اسلام کا مسئلہ[۱] خلافی ہی۔

شانِ نزول ابوطالب

[۱] اگرچہ اکثر صحیح روایتوں سے ابوطالب کا لا الٰہ الا اللہ نہ کہنا اور عبدالمطلب کے دین پر مرنا ثابت ہوتا ہی لیکن ابن اسحٰق کی روایت میں جو حضرت عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ وقتِ موت اسلام لائے اور جب انکی موت قریب ہوی تو حضرت عباسؓ نے ان کی جانب نظر کیا کہ وہ ہونٹھ ہلاتے تھے آپ نے اُسے کان لگاکر سنا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے کہ اے بھتیجے واللہ بیشک میرے بھائی نے وہ کلمہ جو تم نے تکلم کیا تھا کہا۔ اس روایت کو حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ جلدِ دوم صفحہ ۸۶ مطبوعہ نول کشوری میں تحریر کرکے لکھتے ہیں "وبالجملہ اعانت و امداد وحمایت ورعایت و مدح

ان کے کفر پر اجماع کا دعوے صحیح نہیں۔ ان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدد دینا اور ان کے اکثر قصاید اسلام پر دلالت کرتے ہیں۔ اگر عدم اسلام کا قول اختیار بھی کیا جاوے تو انھیں گالی دینا اور برا کہنا نہ چاہئیے۔ کیونکہ اس سے علویوں کو ایذا پہنچتی ہے۔ بلکہ کیا عجب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس سے تکلیف پہنچے۔ چنانچہ خود اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چاہنا ان کے لئے ثابت ہوتا ہے۔ غرض ہر حال میں احتیاط بہتر ہے ع ولاجل عینٍ الف عینٍ تکرم۔ **اب** کافروں کا ایک شبہ بیان فرما کے اس کے دو جواب دیتا ہے۔ وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ

مِنْ اَرْضِنَا ۭ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) وثنای ابوطالب آنحضرت را واعلای شان ورفع مکان وی صلی اللہ علیہ وسلم در اشعار واخبار بسیار است وباوجود آن میگویند کہ وی ایمان نیاورد ومسلمان از عالم رفت جواب میگویند کہ وی اقرار کرد در زبان وتصدیق کرد در دل اما اذعان وقبول وی اطاعت از وی بوجود نیامد ومعتبر تصدیق واقرار است مقارن اذعان وقبول وانقیاد و تسلیم چنانکہ در کتب کلامیہ تحقیق یافتہ است۔ آخر میں لکھتے ہیں بالجملہ قضیہ ابوطالب خالی از غرابت نیست۔ حال میں مکہ کے علامہ مفتی شافعیہ نے ان کے اسلام میں ایک رسالہ لکھا ہے اس کا جواب بھی ہند میں کسی انکے شاگرد عالم نے لکھا ہے فقیر اس مسئلہ میں سکوت کرتا ہے اور حقیقی علم کو اللہ کی جانب تفویض کرتا ہے۔ **نتخطف**۔ قال المبرد الخطف الانتزاع بسرعة۔ **یجبی**۔ ای یجمع۔ من قولهم جبيت الماء في الحوض اذا جمعته۔ کل شیٔ سے مراد کثرت ہے۔ رزقا۔ یا مصدر ہے کیونکہ یجبی یرزق کے ہم معنے ہے۔ یا مفعول لہ ہے۔ یا بمعنی مرزوق ثمرات سے حال ہے ۱۲۔

تجبی ۱
بالتاء ساتھ تانیث کے کیونکہ تانیث ثمرات تانیث جمع ہے اور حقیقی تانیث نہیں ہے تو باعتبار لفظ تانیث اور باعتبار معنی تذکیر ہے

وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ اور کہنے لگے کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں

تو اپنی زمین سے بہت جلد دور کئے جائیں گے۔ کیا ہم نے انھیں امن دینے والے حرم

میں جگہ نہیں دی جسکی جانب ہر چیز کے پھل لائے جاتے ہیں روزی ہمارے پاس سے

ولیکن ان میں سے بہتیرے نہیں جانتے۔ حارث بن عامر بن نوفل نے[۱] (اسی طرح دوسرے

کفار قریش نے بھی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ "اگر ہم آپ کے پیرو ہو کر

اسلام کی اتباع کرتے ہیں تو مشرکینِ قبائلِ عرب ہمیں ایک ایک کرکے چُن لیں گے

اور زمینِ حرم سے نکال دیں گے"۔ اللہ تعالےٰ اُن کے جواب میں فرماتا ہے کہ یہ اُنکا

عذر سراسر جھوٹ اور باطل ہے۔ اس لئے کہ جب سے یہ شہر بسا ہے اللہ تعالےٰ وہاں کے

لوگوں کو ہر طرح کی آفت سے بچاتا ہے۔ انھیں کفر و شرک[۲] کے حال میں تو اس حرمِ معظم نز

۱؎ نسائی۔ ۲؎ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے چچازاد بھائی کے اونٹ لے لئے پس مالک نے حرم میں پاکر دعوے کیا کہ یہ میرے اونٹ ہیں چور نے کہا کہ نہیں بلکہ تو جھوٹا ہے۔ مالک نے کہا کہ مقامِ ابراہیم میں کھڑا ہو کر قسم کہا۔ چور وہاں کھڑا ہو کر قسم کہا گیا۔ پس اونٹ کے مالک نے رکن و مقام کے درمیان اپنے ہاتھ پھیلا کر بددعا کرنی شروع کی پس وہ ہنوز وہاں سے نہ ہٹا تھا کہ چور کی عقل جاتی رہی اور وہ مکہ کے نالوں میں چلاتے پھرتا تھا کہ میرا اور اونٹوں کے مالک کا فیصلہ کرو جب یہ خبر عبدالمطلب کو پہونچی تو چاچا سے وہ اونٹ جمع کراکے مظلوم کو دیدئے اور یہ ظالم یہیں پھرتا رہا یہانتک کہ ایک پہاڑ سے گرا اور درندے اس کو کھا گئے۔ ایوب ابن موسےٰ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک عورت کی پرورش میں اسکا چچازاد بھائی تھا اُس عورت نے بضرورتِ انسانی اپنا

ہر طرحکا امن حاصل رہی۔ اور جب وہ مسلمان ہوں اور حق کی پیروی کریں تو امن نہ نصیب ہوگا۔ بیشک ہم انھیں نکالدئے جانے سے امن میں رکھیں گے جس طرح وہ آفات سے مامون ہی اسی طرح اس میں اُن کے لئے ہر طرحکی نعمتیں بھی موجود ہیں چنانچہ ہم طائف وغیرہ سے ہر طرحکے میوے اور ہر قسم کی منفعت کی اشیا وہاں پہونچاتے ہیں

حکایت لڑکے کا کعبہ سے پناہ لینا۔ اور ظالم کے دونوں ہاتھ شل ہونا۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) نکاح کیا اور اس صغیر لڑکے کو دیکھکر دل بھر آیا اور اُس نے کہا کہ میں مجبوری سے جاتی ہوں اور مجھے خوف ہی کہ کوئی ظالم تجھکو پکڑ کر اپنا غلام بنائے پس اگر ایسا اتفاق ہو تو تجھے چاہئے کہ خانہ کعبہ میں گھس جائیو کہ اللہ تعالے تجھے پناہ دیگا ناگاہ اس عورت کا خیال ٹھیک ہوا اور ایک ظالم اُس بچہ کو پکڑ لے بھاگا۔ یہ بچہ بیچارہ نہایت پریشان تہا کہ ناگاہ یہ ظالم اوسکو حرم محترم کی طرف سے لے گذرا۔ اُس وقت اُس بچہ کو اپنی بہن کا کہنا یاد آیا اور بے تحاشہ دوڑ کر خانہ کعبہ کے پردے سے لپٹ گیا اور ظالم ند کور جو اُس کے پیچھے دوڑتا آتا تہا جب اُس نے بچہ کو کھڑا دیکھا تو پکڑنے کو اُسکی جانب ہاتہ بڑہایا پس ہاتہ اوسکا خشک ہوگیا یعنی شل ہوگیا کہ حس وحرکت نہیں کرتا تہا وہ اسکو باد سموم کا اثر سمجھا اور اس نے دوسرے ہاتہ سے اُس کو پکڑنا چاہا کہ وہ بھی خشک ہوگیا آخر وہ نہایت پریشان ہوا اور قریش نے اُس کو فتوے دیا کہ اپنے ہر ایک ہاتہ کے عوض قربانی کرے جب اُس نے اُس پر عمل کیا تو اوس کے ہاتہ چہوٹے اور اُس نے طفل مظلوم کی راہ چہوڑی۔ عبد العزیز بن ردا رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک گروہ روانہ ہو کر ذی طوی تک پہونچا تو وہاں ایک ہرن اُن کے قریب آیا۔ اُن میں سے ایک شخص نے اُسکی ٹانگ پکڑ لی ہوی ہنستا اور نہیں چہوڑتا تہا یہاں تک کہ ہرن نے خوف کے مارے مینگنیاں کیں اور پیشاب کر دیا پھر اُس نے ہرن کو چہوڑ دیا پھر اُن لوگوں نے دہوپ کی تپش سے دوپہر کو آرام کیا اور سو گئے جب جاگے تو دیکھا کہ جس شخص نے ہرن کو پکڑا تہا اُس کی پیٹھ پر ایک سانپ چپٹا ہی ہر چند کوشش کی گئی کہ وہ سانپ ہٹ جاوے لیکن وہ سانپ نہیں ہٹا یہاں تک کہ اُس شخص نے بھی مارے خوف کے بنی نہ پھر دیا اور پیشاب کر دیا تو وہ سانپ اسکو چہوڑ کر چلا گیا ۱۲۔

لیکن اکثر ان میں کے نہیں جانتے۔ اسی لئے ایسے باتیں کرتے ہیں۔ یہ **پہلا جواب**
ہی کہ جب تمہاری کفر کی حالت میں وہ حرم باعثِ امن تھا تو اسلام کے بعد تو بطریقِ
اولے رہیگا۔ **دوسرا جواب** یہہ ہے کہ ایمان لانے سے نعمتِ دنیوی زائل نہیں
ہوتی بلکہ عدمِ ایمان ان نعمتوں کو زائل کرتا ہی جس طرح فرمایا۔ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ ۵۸
بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۖ وَكُنَّا نَحْنُ
الْوٰرِثِيْنَ ○ اور ہم نے بہت سی بستیاں کہ اپنی معیشت (یعنے نعمت کے وقت) میں
اترائیں ہلاک کردیں پس یہ انکی بستیاں ہیں کہ اُن کے بعد (اُنمیں) کوئی نہیں بسا
مگر کم (بسیرا) اور ہم وارث ہیں۔ یعنے سب کے فنا ہو جانے کے بعد ہمیں باقی ہیں۔
ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا کہ مسافر راہ چلتے گھڑی یا دو گھڑی اُس جگہ ٹھہر جاتا ہے سچ پوچھو
تو دنیا کا بھی یہی حال ہی ○

در خانۂ دنیا چہ نشینی بر خیز	کایں خانہ بداں خوش است کآیند و روند

لیکن ہم پہلے پہل ہلاک نہیں کرڈالتے بلکہ ہم رسول بھیجکر اپنی حجت قایم کرتے ہیں اور
جب اونکی تکذیب کی جاتی ہی تو پھر عذاب نازل کرتے ہیں جس طرح فرماتا ہی۔ وَمَا كَانَ ۵۹

بطرت۔ البطر دهش يعتري الانسان من سوء احتمال النعمة وقلة القيام بحقها وصرفها
الى غير وجهها (مفردات) البطر الطغيان في النعمة۔ **معيشتها**۔ انتصابها بنزع الخافض
اى فى معيشتها ۱۲

اُمِّهَا حمزہ وکسائی ساتھ کسرۂ ہمزہ کے وصل میں

رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي
الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ۝ اور (اے نبی) تمہارا رب بستیوں کو تباہ کرنے والا نہیں
ہی یہانتک کہ اُس دیار کی بڑی بستی میں رسول بھیجے جو اُن پر ہماری آیات تلاوت کرے
اور ہم بستیوں کو تباہ نہیں کرتے مگر یہ کہ وہاں کے رہنے والے ظالم ہوں۔ یعنے
رسولوں کی تکذیب اور حق سے انکار کریں۔ چونکہ کافر دنیا کا آرام فوت ہونے کے
خوف سے ایمان نہیں لاتے تھے اس لئے فرماتا ہی اور یہ تیسرا جواب ہی۔ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ
مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

۱۰ ع ۔ يَعْقِلُوْنَ بصری ساتھ یا رغیب کے۔ ۹

28-60

اور جو کچھ چیز تمھیں دی گئی وہ دنیوی زندگی کی راحت اور اسکی زینت ہی اور جو
نعمت کہ اللہ کے پاس ہی وہ بہتر اور بڑی پائدار ہی۔ کیا پس تم نہیں سمجھتے۔ کہ زندگی
کا اصل فائدہ یہی ہے کہ درجاتِ آخرت حاصل کریں۔ اور جو کام کریں اُس میں
آخرت پیش نظر رکھیں۔ اور کارِ دنیوی پر کارِ آخروی کو مقدم سمجھیں نہ یہ کہ صرف
کھانے پینے میں اپنی عمر برباد کردیں۔ اور حسرت سے مریں۔ انسان جو اشرف
المخلوقات ہی وہ برساتی کیڑوں کی طرح نہیں کہ ہزاروں پیدا ہوتے اور مرجاتے ہیں

لہ یعنے دار الحکومت کیونکہ وہاں کے رہنے والے بہ نسبت دوسرے گاؤں کے بڑے ہوشیار
اور سمجھدار ہوتے ہیں۔ اور بعض مفسرین نے ام القریٰ سے مکہ مراد لیا ہے۔ فَمَتَاعٌ۔ سمی
منافع الدنیا متاعا لانها تفنى ولا تبقى كمتاع البيت ۱۲

بلکہ وہ یہاں توشۂ آخرت جمع کرنے آیا ہے۔ کافروں کا یہ شبہ تھا کہ ہم ایمان لائیں گے تو منافع دنیوی جاتے رہیں گے فرمایا کہ یہ دہوکا ہے۔ کیونکہ اللہ کے پاس کی خیر دو طرح سے بہتر ہے۔ ایک تو یہ کہ اس کا ثواب بڑا ہے۔ دوسرے یہ کہ ضرر سے غیر مخلوط ہے۔ اور اس کے منافع دائمی غیر منقطع ہیں۔ برخلاف دنیوی منافع کے۔ تو جب متناہی غیر متناہی سے مقابل ہوگا تو عدم ہو جائے گا تو پھر دنیا و آخرت کے منافع میں کچھ بھی نسبت نہیں ہے۔ پس یہ بڑی جہالت ہے کہ[1] منافع دنیوی کے لحاظ سے منافع اخروی چھوڑ دیئے جائیں پھر اللہ تعالٰے انھیں جوابات کی تاکید فرماتا ہے کہ جو کفار کہتے تھے ہم نے دین کو دنیا کے لئے چھوڑ دیا ہے تو جواب میں فرماتا ہے کہ اگر بعد دنیا کے مضرت عذاب نہ ہو تو بھی عقل منافع دنیا پر منافع آخرت کو ترجیح دیتی ہے پھر اب تو یہ ہے کہ اس دنیا کے بعد عذاب دائمی حاصل ہونے والا ہے جس طرح فرمایا۔ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ

وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ○

[1] اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ؎

حیف باشد لعل و زر دادن زچنگ۔	برگرفتن در برابر خاک و سنگ۔

الْمُحْضَرِيْنَ۔ وتخصيص لفظ المحضرين بالذين احضروا للعذاب امر عرف من القرآن (كما قال وفى العذاب محضرون) وفى لفظه اشعار به لان الاحضار مشعر بالتكليف والالزام۔ و ذلك لا يليق بمجالس اللذة انما يليق بمجالس الضرر والمكاره (كبير) ۱۲

3

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ۝ قَالَ الَّذِينَ حَقَّ
عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا غَوَيْنَا تَبَرَّأْنَا إِلَيْكَ مَا
كَانُوا إِيَّانَا يَعْبُدُونَ ۝ وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا
الْعَذَابَ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ۝ پس وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا
ہی پھر وہ (مومن) اُسے پانے والا ہی کیا اُس شخص کے مانند ہی جسے ہم نے دنیوی زندگی کا
فائدہ دیا ہی پھر وہ قیامت کے دن (عذاب کے لئے) حاضر کیا جائیگا۔ اور (اے نبی
یاد دلاؤ) وہ دن کہ (اللہ) انھیں پکاریگا پس فرمائیگا کہ کہاں ہیں وہ میرے شریک
جنھیں تم گمان کرتے تھے (کہ وہ میرے شریک ہیں)۔ تو بول اٹھیں گے وہ لوگ
جن پر عذاب ثابت ہو گیا ہی کہ اے ہمارے پروردگار یہ وہی ہیں جن کو ہم نے گمراہ
کر دیا جس طرح ہم (اپنے اختیار سے) گمراہ ہوئے تھے (اسیطرح) ہم نے انھیں گمراہ کر دیا

ویوم ینادیھم - یوم قیامت پر عطف ہی یا منصوب ساتھ اذکر کے ہی۔ ھٰؤلاء الذین اغوینا - ھٰؤلاء
مبتدأ۔ والذین اغوینا صفتہ۔ والراجع الی الموصوف محذوف (کبیر) اغوینا ھم کما غوینا۔
ھو الجواب فی الحقیقۃ وما قبلہ تمھید لہ۔ والمراد کما ان غینا باختیارنا فکذٰ اغیھم باختیارھم
(کبیر) لہ کیونکہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور وہ پورا ہو کر ہی رہے گا۔ ان اللہ لا یخلف المیعاد
کلہ اصل میں تزعمونھم شرکائی ہے۔ دونوں مفعولوں کو بسبب اختصار اور دلالتِ کلام
کے حذف کیا گیا۔ افعالِ قلوب میں صرف ایک مفعول کو حذف کرنا اصح قول پر جائز نہیں ہے۔
سلہ جو گمراہی کے راہ بتلانے والے ہوں گے یا شیاطین۔ ۱۲

(یعنے گمراہ کرنے پر مجبور نہیں کیا صرف وسوسہ ہمارا کام تہا) ہم (اُن سے) بیزار ہین تیری
طرف (رجوع کرتے ہین) وہ لوگ ہمیں نہیں پوجتے تھے۔ اور کہا جائیگا کہ اپنے شرکا کو
بلاؤ پس وہ انھیں بلائیں گے تو وہ انھیں جواب نہ دیں گے۔ اور وہ عذاب دیکھیں گے
(تو تمنا کرین گے کہ) کاش وہ (دنیا مین) ہدایت یافتہ ہوتے۔ پہلی ندا سوالِ توحید کے
لئے تھی اور اب اس ندا مین اثباتِ نبوت مقصود ہے جس طرح فرمایا۔ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ
فَيَقُولُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ آیت ۶۵ آیت ۶۶
اور جس دن کہ (اللہ) انھین پکاریگا پس فرمائیگا کہ تم نے رسولون کو کیا جواب دیا۔ پس
اُس دن اُن سے خبرین پوشیدہ ہوجائین گی پس وہ باہم سوال نہ کرین گے چونکہ یہ کافر
دنیا مین اندھے تھے وہان بھی اندھے ہی رہین گے۔ جس طرح ان سے قبر مین منکر
نکیر کے سوال مین کوئی جواب بن نہ آیگا اسی طرح انھین قیامت مین بھی کوئی دلیل
نہ سوجھیگی۔ اور ایک دوسرے سے پوچھ بھی نہ سکین گے۔ کیونکہ سائل و مجیب دونون
عمیِ بصیرت وجہالت مین برابر ہون گے۔ یا یہ کہ دہشت سے منہ سے بات نہ نکل سکیگی۔
یہ تو انکا حال تھا جسکی موت شرک پر ہوی اب تائبون کا حال بیان فرماکر توبہ کی رغبت

سلہ بلکہ وہ اپنی خواہشون کی پرستش کرتے تھے۔ فعمیت علیہم الانباء۔ کہتے ہین عمی عنی خبر القوم اذا
خفی (ابن جریر) عمی علیہ ای اشتبہ حتی صار بالاضافۃ الیہ کالاعمیٰ قال فعمیت علیہم الانباء (مفردات)

دلاتا ہے۔ فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ۝

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا

يُشْرِكُوْنَ ۝ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝ وَهُوَ اللّٰهُ

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

پھر لیکن جس نے توبہ کی اور نیک کام کئے تو امید ہے کہ وہ کامیابوں میں سے ہوجائے

اور (اے نبی) تمھارا پروردگار جو کچھہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) پسند

فعسیٰ۔ (۱) کریم سے عسیٰ تحقیق پر دال ہے۔ پھر اللہ تو اکرم الاکرمین ہے۔ (۲) تائب کو چاہئے کہ فلاح کا امیدوار رہے یہ ترجی باعتبار تائب کے ہے (۳) تائب کو فلاح اسوقت حاصل ہوگی جب اسے مداومت و استقامت حاصل ہو۔ الخیرۃ۔ اسم من الاختیار قام مقام المصدر۔ والخیرۃ ایضا اسم للمختار (کبیر) ؎ تنویر فی اسقاط التدبیر میں اس آیت کی یوں تفسیر ہے کہ بندے کو لازم ہے کہ اللہ تعالے کے سامنے کچھہ تدبیر نہ کرے کیونکہ جب وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے تو تدبیر بھی جو چاہے کریگا۔ جو پیدا کرنے کا مالک نہیں وہ تدبیر کا بھی مالک نہیں چنانچہ فرمایا اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ یعنے کیا پیدا کرنے والا اور نہ پیدا کرنے والا برابر ہوسکتا ہے کیا تم نصیحت نہیں قبول کرتے اور يَخْتَارُ سے معلوم ہوتا ہے کہ اختیار میں وہ یکتا ہے اور اس کے افعال صادر بالاضطرار نہیں بلکہ وہ صفت اختیار کے ساتھ موصوف ہے اب بندہ پر لازم ہے کہ اپنا اختیار اور تدبیر اللہ کے سامنے ساقط کردے کیونکہ جو صفت اوسکی ہے وہ تیری نہیں ہوسکتی۔ اور مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ کے دو معنے ہوسکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ لوگ اس لائق نہیں کہ ان کے لئے اختیار حاصل ہو اور وہ اس کے مستحق ہوں۔ دوسرے یہ کہ ہم نے اُن کو اختیار نہیں دیا

کرتا ہی۔ انھیں کچھ بھی اختیار نہیں۔ پاک ہی اللہ اور برتر ہے اُس سے جسے یہ شریک بناتے ہیں

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اور اس امر کا مستحق نہیں بنایا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ یعنے اللہ تعالے اس سے پاک ہی کہ اُس کے آگے انکا اختیار چلے۔ اور اس آیت سے یہ ظاہر ہوگیا کہ جو شخص اللہ کے ساتھ اختیار رکھنے کا دعویٰ کرے وہ مشرک ہی لسانِ حال سے دعوے ربوبیت کا کر رہا ہی اگرچہ زبانی اس سے برارت ظاہر کرتا ہو الخ

فائدہ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالے کی حکمتوں کا ادراک ممکن نہیں اس لئے کہ علمِ الٰہی تمام مخلوقات کو محیط ہے اور منجملہ اُسکی مخلوقات کی عقل انسانی بھی ایک مخلوق ہی۔ پس اس عقل مخلوق کو قطعاً مجال نہیں کہ اپنے خالق کی حکمت کا احاطہ کرے۔ دیکھو ایک مخلوق کہ جب دوسرے مخلوق کی حکمتوں سے آگاہ نہیں ہوتا ہے تو حیران ہو جاتا ہے۔ چنانچہ گھڑی ساز بہت سے پُرزے ٹیڑھے اور سوراخدار وغیرہ مختلف شکلوں کے بناتا ہی پس اگر جاہل اسکی نقص وکجی دیکھکر اعتراض کرے تو یہ اسی سبب سے ہی کہ وہ اُسکی حکمت سے مطلق واقف نہیں۔ تعجب ہے کہ اپنے مثل وبرابر مخلوق کے افعال و ترکیب میں یہہ سرگردانی ہے تو خالق عزوجل کی حکمت سے عاجز ہونے کا اقرار نہ کرنا صرف وسوسہ شیطانی ہی فائدہ تقدیر کا ثبوت علمِ الٰہی سے ہوتا ہے وہ اسطرح کہ ہم پوچھتے ہیں کہ زید جو آیندہ پیدا ہوگا کیا اللہ تعالی جانتا ہی کہ اس کے افعال اسکی تمام عمر میں کیا کیا ہوں گے۔ یا نہیں جانتا۔ پس اگر کوئی بے ایمان کہے کہ نہیں جانتا ہی تو وہ کافر ہی۔ اور حق یہی ہی کہ وہ جانتا ہی۔ کیونکہ جو جانتا ہی نہیں تو وہ کب کسی شے کو پیدا کرسکتا ہی پس یہی تقدیر و مشیتِ الٰہی عزوجل ہی۔ پس جو کچھ اللہ عزوجل نے جانا ہی۔ اس مخلوق کے افعال اُس سے خلاف نہیں ہوسکتے۔ بعض نصرانیوں کے تربیت یافتہ کہتے ہیں کہ تقدیر کچھ نہیں وہ لوگ اللہ کے منکر ہیں۔ اور بعض فاسق تقدیر کا حیلہ کر کے شرعی احکام ترک کر دیتے ہیں۔ حالانکہ جسمی ضروریات کے لئے کھانا پینا وغیرہ ترک نہیں کرتے۔ کسی بزرگ سے ایک آزاد نے کہا کہ مجھے باطنی نماز سکھلائیے۔ فرمایا جب تو باطنی غذا کھائیگا اور ظاہری غذا ترک کر دیگا تو تجھے باطنی نماز بھی سکھلا دونگا۔ غرض جسم و روح دونوں کا حق ادا کرنا ضروری ہے۔ ۱۲

اور تمہارا پروردگار جانتا ہے جو کچھ ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں اور

وہی اللہ ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کے لئے تعریف ہے دنیا اور آخرت

میں۔ اور اسی کے لئے حکومت ہے اور اسیکی طرف (جزا کے لئے) لوٹائے جاؤگے۔ خدا جو

چاہے پیدا کرتا ہے تو تدبیر بھی جو چاہیگا سو کریگا۔ کیونکہ تدبیر کے لئے ربوبیت کی ضرورت ہے

خلیق ۵

مقدم ہم رضائے مالکِ تقدیر رکھتے ہیں	اٹھا کر طاق میں اپنی ہر اک تدبیر رکھتے ہیں

چونکہ ترکِ تدبیر متعلق توکل سے ہے اسلئے اسکی تفصیل اسطرح ہے **توکل** کے دو قسم ہیں۔ ایک علمی

دوسرے عملی۔ **علمی** تو یہ ہے کہ ہر امر میں اللہ تعالے پر اعتماد کرے اور اسباب پر بھروسہ نہ کرے۔

اور دل سے جانے کہ جو کچھ ہو رہا ہے اُسی کے حکم سے ہو رہا ہے خواہ سبب درمیان ہووے یا

نہووے۔ اور خود کو خدائے تعالے کے سامنے مثلِ میت کے غسال کے ہاتھ میں جانے کہ

جس طرح چاہتا ہے حرکت دیتا ہے وہاں سعی کو کچھ دخل نہیں۔ **عملی** یہ کہ اسباب کو ترک

کرے۔ پھر اسباب کے دو قسم ہیں دینی و دنیوی۔ دینی کاموں میں اسباب کو چھوڑ دینا جس سے

دین کا کوئی نفع حاصل ہو یہ شرعاً توکل نہیں۔ اور دنیوی نفع کے دو قسم ہیں حلال یا

حرام۔ حرام کا ترک کرنا ضروری ہے اور یہ توکل فرض ہے۔ اگر حلال ہو اس کے تین

قسم ہیں (۱) یقینی (۲) ظنی (۳) وہمی۔ اسبابِ وہمیہ جیسے اہلِ حرص و طمع اختیار کرتے ہیں

جس کا نام طولِ اَمل ہے - اور اسبابِ یقینیہ جن پر نفع عادۃً ضرور مرتب ہوتا ہی جیسے
کھانے کے بعد آسودگی پینے کے بعد سیرابی ہوتی ہے - اس کا ترک کرنا - اسطرح کہ جس میں
موت کا یقین ہو جائز نہیں (ہاں جس شخص کو خرقِ عادت میسر ہو اور غذاءِ باطنی سے
تائید ہوتی ہو اور اُسے جان کا خوف نہ ہو تو اس کے لئے جائز ہے) اور اسبابِ ظنیہ جن پر
اکثر نفع مرتب ہوتا ہے اور کبھی نہیں بھی ہوتا ہے جیسے علاج کے بعد صحت وغیرہ ان اسباب کا
ترک کرنا قوی النفس کے لئے کمالِ توکل ہی **غرض** کسب اور تلاشِ اسباب منافیِ توکل
نہیں - بعد اس علم کے کہ ہر شے کی تقدیر خدا کی جانب سے ہی - اگر جمع اسباب[1] کرے تو

---

[1] **غرض** علمی توکل تو یہ ہے کہ اگر اسباب تقدیر کے موافق ہوں گے تو نافع ہوں گے ورنہ نہیں - اشیاء کو مستقل بالتاثیر نہ سمجھے بلکہ تاثیرِ غیر مستقل کا اعتقاد رکھے - اب رہا عملی یعنی اپنے کاموں کے لئے اسباب کا اختیار کرنا - تو پہلے اُس کام کو دیکھے - دینی ہی یا دنیوی مباح ہی یا گناہ - اگر معصیت ہی تو اُس کے اسباب کا فراہم کرنا بھی معصیت ہی - اگر دینی ہی تو واجب ہی یا مستحب جو ہو گا اُسی طرح اُس کے لئے اسباب کا جمع کرنا بھی واجب و مستحب ہو گا اور اگر وہ دنیوی مباح ہی تو دیکھنا چاہیے کہ وہ دنیوی مباح ضروری ہی یا غیر ضروری - اگر ضروری ہی تو اس اسباب کو دیکھنا چاہیے کہ اُن پر اس مقصد کا ترتب یقینی ہی یا غیر یقینی اگر یقینی ہی تو اُس کے اسباب کا اختیار کرنا بھی واجب ہی اور اگر غیر یقینی ہی تو ضعفا کے لئے اختیارِ اسباب واجب ہی اور اقویا کے لئے گو جائز ہی مگر ترک افضل ہی اور اگر وہ دنیوی مباحِ غیر ضروری ہی تو اگر اُس کے اسباب کا اختیار کرنا مضرِ دین ہو تو ناجائز ہی ورنہ جائز مگر ترک افضل ہی یہ کل دس صورتیں ہیں اور ہر ایک کا خاص حکم ہی اس تقریر سے معلوم ہو جائیگا کہ کس مرتبہ میں توکل جائز یا ناجائز ہی اور کس مرتبہ میں تدبیر جائز یا ناجائز ہی - کذا قال بعضہم امام غزالی نے احیاء العلوم میں - اور مولانا روم نے مثنوی میں ان بحثوں کو خوب بسط سے بیان فرمایا ہی - ایک مقام پر مولانا فرماتے ہیں

	اولیا در کارِ دنیا جبری اند	اشقیا در کارِ عقبیٰ جبری اند	

سمجھے یہ بھی اُسی کی توفیق سے ہے لیکن جمع اسباب کے لئے استخارہ کرے۔ اور خدا سے ہر کام میں بہتری ڈھونڈنے کا نام استخارہ ہے اور صحیح حدیث[1] میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کام میں استخارہ اس طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن کا سورہ سکھاتے تھے

بعد بیانِ توحید اُن نعمتوں کو بیان فرماتا ہے جن میں کافروں کے فرضی معبودوں کو بس نہیں۔ تا اس سے توحید کا پورا ثبوت ہو جائے۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ

لے بخاری وابوداود و ترمذی ونسائی وابن ماجہ وغیرہ جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اور اس متن حدیث کا بقیہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو دو رکعت سوائے فرض کے پڑھ لے پھر یہ دعا کرے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْاَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ اَوْ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ اَوْ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِيْ بِهٖ (در) اور حصن حصین میں بجائے بخاری کے مسلم لکھا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ موضع هٰذَا الْاَمْرَ میں اپنی حاجت کا ذکر کرے اور ابن سنی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو کسی کام کا ارادہ کرے تو اپنے رب سے سات بار استخارہ کر۔ پھر دیکھ کہ دل کا رجحان کس طرف ہے۔ پس بھلائی اُسی میں ہے۔ حج اور جہاد اور جتنے کارِ خیر ہیں سب میں استخارہ چاہئے لیکن نفسِ فعل کے لئے نہیں بلکہ تعیینِ وقت کے لئے اور جس کام کے لئے شرحِ صدر ہو وہی اسی اختیار کرے۔ بعضوں نے کہا کہ جو رکعت پڑھتے ہیں اُن میں سورے اس طرح پڑھے پہلی رکعت میں کافرون اور دوسری رکعت میں اخلاص (حرز الثمین شرح حصن حصین) ۱۲

الَّيۡلَ سَرۡمَدًا اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ مَنۡ اِلٰهٌ غَيۡرُ اللّٰهِ يَاۡتِيۡكُمۡ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسۡمَعُوۡنَ ۝
قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكُمُ النَّهَارَ سَرۡمَدًا اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ مَنۡ اِلٰهٌ غَيۡرُ
اللّٰهِ يَاۡتِيۡكُمۡ بِلَيۡلٍ تَسۡكُنُوۡنَ فِيۡهِ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ۝ وَمِنۡ رَّحۡمَتِهٖ جَعَلَ
لَـكُمُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ لِتَسۡكُنُوۡا فِيۡهِ وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ۝

بضیاء تفعیل سا تہ ہمزہ کے بجائے یا کے۔

(اے نبی) کہدو کیا تم نے دیکھا ہے کہ اگر اللہ تم پر رات کو قیامت تک دائمی کردے تو
اللہ کے سوا کوئی معبود ہے جو تمہارے لئے روشنی لائے تو کیا تم سنتے نہیں۔ کہدو کیا
تم نے دیکھا ہے کہ اگر اللہ تم پر دن کو قیامت تک دائمی کردے تو اللہ کے سوا کون
معبود ہے جو تمہارے واسطے رات لائے جس میں تم سکون حاصل کرو۔ تو کیا تم نہیں
دیکھتے۔ اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن بنائے تاکہ تم اس
(رات) میں سکون حاصل کرو اور (دن میں) اسکا فضل (رزق) طلب کرو اور

سرمدا - من السرد وهو المتابعة والاطراد - والميم مزيدة لدلالة الاشتقاق عليه فوزنه فعمل
ومختار صاحب القاموس ان الميم اصلية ووزنه فعلل (خفاجی) لے اس آیت میں اشارہ
نہار تجلی اور لیل ستر بشریت کی طرف ہے۔ پھر اگر ہمیشہ نہار تجلی رہے تو متجلے لہ (کہ جس پر تجلی ہووے)
کو اس کے سطوات کے تحمل کی قدرت نہ ہووے۔ تو اللہ تعالے نے اسے ظل بشریت سے ڈھانپ
دیا تا تعب سطوات سے آرام پائے۔ اور یہ ستر قبیل حجاب سے نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ستر کہ عقیب تجلی
ہوتا ہے وہ حجاب رحمت ہے نہ حجاب زحمت ۲ے یہ از قبیل لف و نشر ہے۔ ۱۲

شاید تم شکر کرو۔ اسمیں اپنا احسان جتلاتا ہی کہ اگر قیامت تک رات باقی رہی تو طبیعت اندھیرے سے گھبرائی جاتی۔ اور طلبِ معاش کے لئے بڑی دقت ہوتی۔ چونکہ یہ رات کی درازی کا بیان تھا اور رات میں زیادہ تر کانوں سے کام لیا جاتا ہی اور دکھائی کم دیتا ہی اس لئے فرمایا۔ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ۔ یعنی تو کیا تم نہیں سنتے اور اسی طرح تا قیامت دن باقی رہتا تو جسم حرکت اور کام کاج سے تھک جاتا اس لئے رات کو لاتا ہی تا اسمیں سکون و آرام ہو۔ تو یہ سکون کسی کو سونے سے ہوتا ہی کسی کو حضوریِ رب سے

خلوتِ شب بہرِ آن تا جانِ ریش	رازِ دل گوید بر جانانِ خویش
روزہا از بہرِ غوغائے عوام	تا بدیشاں کارِ تن گیرد نظام

چونکہ دن میں دیکھنا ہو سکتا ہی اور روشنی میں آنکھ زیادہ کام دسکتی ہے اس لئے یہاں افلا تبصرون فرمایا اور تم پر اللہ کی مہربانی ہی کہ اُس نے رات اور دن اُن دونوں کو بنایا تاکہ تم رات میں راحت حاصل کرو اور دن میں محنت و مشقت سے رزق تلاش کرو (اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے فضل کا خیال رکھ کر رزق طلب کرنا پسندیدہ بات ہی) اور تاکہ تم لوگ رات اور دن میں شکر گذار ہو۔ یعنی دن کی بگڑی رات کو بناؤ۔ اور رات کی الجھی دن کو سلجھاؤ۔ اوّلاً اللہ تعالیٰ نے طریقۂ مشرکین کی

ہجو کی ثانیاً بیانِ توحید اور اُس کے دلائل ذکر کئے۔ اب دوسرے مرتبہ پھر انکی مذہب
وروش کی ہجو اور اُن کا حال جو آخرت میں ہوگا بیان فرماتا ہے وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ
فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَاءِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ۝ وَنَزَعْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا
فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلَّهِ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ ع ۱۵
اور (اے نبی یاد دلاؤ) جس دن کہ (اللہ) انھیں پکاریگا پس فرمائیگا کہ میرے وہ ساجھی ۱۰
کہاں ہیں جنھیں تم (میرا شریک) گمان کرتے تھے۔ اور ہم ہر گروہ سے ایک گواہ نکالیں گے
پھر کہیں گے اپنی دلیل لاؤ پس (کافر) جان جائیں گے کہ بے شک حق
(الوہیت تو) اللہ کے لئے ہے اور جو کچھ وہ افترا کرتے تھے اُن سے جاتا رہیگا یعنے
اُن کے فرضی معبودوں سے انھیں کچھ بھی نفع نہ پہونچیگا۔ چونکہ اکثر دنیا کی فانی
چیزوں پر فخر کرنے اور دنیوی زندگی پر مطمئن ہونے سے فسق بلکہ کفر تک نوبت
پہونچتی ہے اور بعض کافروں کو اسلام کی ہدایت نہیں ہوتی اس لئے کافروں کے
حال کے بعد قارون کا قصہ جو مال کی نشہ میں مخمور ہو کر مرتد ہوگیا تھا بیان فرماتا ہے

نزعنا۔ میزنا واحدا لیشہد علیہم۔ شہیدا۔ قال مجاھد یعنے رسولا۔ (ابن کثیر) بعض نے کہا کہ وہ نبی اپنے زمانہ کے لوگوں پر اور جو اُن کے انتقال کے بعد پیدا ہوئے انپر بھی گواہی دینگے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ اعمالِ امت نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتے ہیں۔ وضل عنہم وغاب عنہم غیبۃ الضائع (بیضاوی) ۱۲

آیت ۷۶ تا ختم آیت ۷۷

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۪ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ
مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ۤ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا
يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ
مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ بیشک قارون موسٰے کی قوم میں سے تھا۔ پھر اس نے
اُن پر سرکشی کی اور ہم نے اُسے اس قدر خزانے دئے تھے کہ بیشک اُنکی کنجیاں ایک
زور آور جماعت پر بھاری ہوتی تھیں جب اُسکی قوم نے اُسے کہا کہ تو نہ اترا بیشک
اللہ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے اُس سے
دار آخرت کو تلاش کر اور اپنا حصہ دنیا سے نہ بھول اور جیسے کہ اللہ نے تیرے ساتھ

فبغی علیہم۔ اصل معنی بغی طلب ویختلف معناہ باختلاف متعلقہ فاما ان یکون المطلوب العلو والتکبر وھو المعنے الاول و تعدیتہ بعلے کالفضل والعلو۔ او ھو بمعنی تکبر وتعدیتہ بذلک ایضا۔ او ھو بمعنی الظلم والحسد لما فیہ من طلب ما لیس حقہ وطلب زوال نعمۃ المحسود (خفاجی) الکنوز۔ جمع کنز ہے۔ اور رکاز و معدن و کنز میں یہ فرق ہے کہ رکاز وہ مال ہے جو رکھا ہوا ہو یا زمین میں پیدا ہوا ہو۔ اور معدن وہ ہے جو پیدا ہوا ہو۔ اور کنز وہ ہے جو رکھا ہوا ہو۔ لتنوء بالعصبۃ۔ ناءبہ الحمل اذا ثقلہ حتی امالہ۔ والعصبۃ الجماعۃ الکثیرۃ والعصابۃ مثلہا فالعشرۃ عصبۃ۔ والجملۃ صلۃ ما وھو ثانی مفعولی اتی۔ لہ وعلل النہی ھھنا بکونہ مانعا من محبۃ اللہ۔ وقد روی عن الحسن ان ایۃ ولا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اتکم جمعت الزھد کلہ (خفاجی) ۱۲

نیکی کی ہے تو بھی نیکی کر۔ اور زمین میں فساد کی خواہش نہ کر کیونکہ اللہ مفسدوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اکثر اہلِ علم کہتے ہیں کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچیرا بھائی تھا۔ اور توریت کو بہت ہی خوش آوازی سے پڑھتا تھا۔ پھر کثرت مال کی وجہ سے بنی اسرائیل پر بڑائی چاہی۔ اور اس بڑائی ظاہر کرنے کے لئے اپنا لباس بھی ایک بالشت بڑھا دیا تھا اُسے خزانے اسقدر دئے گئے تھے کہ جن کی کنجیاں اگر ایک قوی جماعت اٹھاتی تھیں تو انھیں اسکا اٹھانا بار ہوتا تھا۔ پھر بنی اسرائیل کے نیک بختوں نے اُسے بطورِ وعظ سمجھایا کہ اس مال پر خوش ہونا اور اترانا نہ چاہیئے کیونکہ یہ اترانا اور خوش ہونا محبت دنیا اور اُس سے راضی ہونیکا نتیجہ ہے اور یہ اللہ کی محبت کا مانع ہے اور تو اس مال سے دارِ آخرت کی خواہش کر یعنے اس فانی کو راہِ خدا میں خرچ کر کے نعمتِ باقی یعنی جنت کی نعمتوں کو طلب کر۔ بیت

بدنیا توانی کہ عقبیٰ خری	بخر جانِ من ورنہ حسرت بری

اور جسے یقین ہو گیا کہ دنیا سے سفر کرنا ہے وہ کبھی خوش نہ ہوگا۔ ؎

اَشَدُّ الْغَمِّ عِنْدِیْ فِیْ سُرُوْرٍ	تَیَقَّنَ عَنْهُ صَاحِبُهٗ انْتِقَالًا

لہ قال ابن جریج واکثر اهل العلم علی انه کان ابن عمه واللہ اعلم (ابن کثیر)۔

؎ اسیطرح شہر بن حوشب نے کہا (ابن کثیر) ۱۲

اور دنیا میں سے بھی مباح کام یعنے کھانے پینے شادی کرنے کا مضایقہ نہیں۔ اور بعضوں نے کہا دنیا میں سے یعنے موت کے وقت اس جہان سے تجھے کفن ہی نصیب ہوگا۔ رباعی۔

گر ملک تو شام تا یمن خواہد بود	وز سر حد روم تا ختن خواہد بود
آں روز کزیں جہاں کنی عزم سفر	ہمراہ تو چند گز کفن خواہد بود

مال کے احسان کے بعد مطلق احسان کا ذکر کیا خواہ مال سے ہو یا جاہ سے ہو جسطرح کسیکی سفارش وغیرہ کرے اور خوش خلقی بھی اسی میں داخل ہے۔ اور ملک میں فساد کرنا جس طرح تیری عادت ظلم و سرکشی کی ہے چھوڑ دے اس لئے کہ اللہ ظالموں کو نہیں چاہتا ہے غرض اُن واعظوں نے نصیحت کا حق ادا کیا۔ لیکن قارون نے کوئی نصیحت نہ مانی بلکہ نعمت کی ناشکری کی اور اسطرح کہا۔ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ 2

عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ ؕ اَوَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ

لہ صحیح حدیث میں ہے کہ تیرے رب کا تجھ پر حق ہے اور تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے اور تیرے اہل و عیال کا تجھ پر حق ہے اور تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے پس ہر حقدار کو اس کا حق دے۔ علی علم۔ ای انما اعطیته بعلم اللہ فی انی اهل له۔ عندی۔ ای عندی ان الامر کذالک۔ کما یقول المفتی عندی ان الامر کذلک ای مذهبی واعتقادی ذلک۔ جیسے دوسری آیت میں انسانی جبلت کا وہ کا بیان ہے۔ واذا مس الانسان ضر دعانا ثم اذا خولناه نعمة منا قال انما اوتیته علی علم (کبیر وابن کثیر)

مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ۭ وَلَا يُسْـَٔـلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝

بولا کہ مجھے یہ (مال) اپنے علم کی وجہ سے ہی دیا گیا ہے۔ کیا اُس نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ نے اُس سے پہلی قوموں میں سے اُن لوگوں کو ہلاک کر دیا جو اُس سے قوت میں سخت اور جمع (مال) میں اُس سے زیادہ تھے۔ اور گنہگار اپنے گناہوں (کے عذر) سے نہ پوچھے جائیں گے۔ قارون بولا اللہ تعالیٰ نے یہ مال جو مجھے عطا فرمایا ہے تو میرے احوال سے آگاہ ہو کر اور جانکر عنایت کیا ہے اگر اس کا میں مستحق نہ ہوتا اور وہ مجھے محبت نہ کرتا تو اس قدر نہ دیتا۔ میرا خیال تو یہی ہے۔ بعض نے کہا کہ علم سے یہ غرض ہے کہ کسب و انواع تجارت کا ڈھنگ خوب یاد تھا۔ بعض نے کہا کہ اُسے کیمیا[1] کا علم

[1] ابن کثیر لکھتے ہیں کہ "یہ روایت ضعیف ہے۔ اور علم کیمیا باطل ہے۔ (دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ باطل نہیں ہے لیکن بوالہوسوں کو اپنی اوقاتِ عزیز اُس میں ضایع کرنی نہ چاہئے) ہاں بعض اولیاء اللہ کے ہاتھ پر بطور کرامت اللہ تعالیٰ نے چاندی کو سونا یا اس کے مانند کر دیا تو اس سے کوئی مسلمان و مومن انکار نہیں کر سکتا مگر یہ کچھ ترکیبی صنعت نہیں ہے بلکہ خالقِ آسمان و زمین کے فعل اختیاری سے ہے یعنے تاکہ اس ولی کی کرامت اُس کے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تصدیق ہو چنانچہ حیوہ بن شریح المصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اُن سے ایک سائل نے سوال کیا حالانکہ اُس وقت اُن کے پاس ایسی چیز موجود نہ تھی جو اُسے دیتے اور آپ نے دیکھا کہ سائل کو ضرورت ہے پس زمین سے کچھ کنکریاں اٹھا کر اپنی مٹھی میں ہلا کر اُس سائل کے سامنے پھینکدیں۔ اُس نے دیکھا کہ نہایت عمدہ سرخ سونا ہے۔ وہ انکو لیکر چلا گیا۔ اور ان کرامات میں احادیث و آثار بکثرت ہیں جن کے ذکر سے تطویل ہوگی"

تھا جس کے ذریعہ سے بہت سا سونا بنایا۔ اللہ تعالے اُس کے جواب میں فرماتا ہے کیا قارون کو معلوم نہیں کہ اس سے پہلے کے لوگ جو اس سے قوت اور مال میں زیادہ تھے ہم نے انھیں ہلاک کر ڈالا۔ اور یہ جو کچھ ہم نے انھیں دیا اپنی محبت کے باعث نہیں دیا تھا بلکہ آزمایش تھی جب انھوں نے شکر نہ کیا تو ہم نے ہلاک کر ڈالا تو یہ اس کا دعویٰ کہ مال کا عنایت ہونا محبتِ الٰہی کی دلیل ہے بالکل غلط ہے۔ پھر فرمایا اور گنہگاروں سے ان کے گناہوں کا عذر نہ طلب کیا جائیگا[له]۔ کیونکہ اُن کی صورتوں سے خود انکی بُری حالت ظاہر ہو جائے گی۔ چنانچہ ایک جا فرمایا یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰھُمْ۔ اب قارون کی سواری جس کرّوفر سے نکلی اور آخر میں کس عذاب میں گرفتار ہوا اس کا ذکر فرماتا ہے۔ فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۝ وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا یُلَقّٰهَآ اِلَّا

له چونکہ قیامت میں متعدد مقامات ہوں گے تو ہر وقت کے لائق ان سے معاملہ ہوگا۔ کسی مقام پر تو ان سے سوال ہوگا جس طرح فرمایا لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ۔ اور کسی مقام پر پوچھنے کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ ۱۲

مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ۔ ان لوگوں نے اس کے مثل کی آرزو کی نہ اس کے عین کی اس لئے کہ حسد مذموم ہے بخلاف غبطہ کے۔ وَلَا یُلَقّٰهَآ۔ اس میں ضمیر اس کلمہ (یعنے ثواب اللہ خیر) کی طرف پھرتی ہے جو علماء نے کہا تھا یا ثواب کی طرف ہے کیونکہ وہ معنے میں مثوبت کے ہے یا جنت کی طرف ہے (بیضاوی) ۱۲

28-81
28-82

الصّٰبِرُوْنَ ○ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۖق وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ○ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ
بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ
لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۖ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ○ ع پس وہ

(یعنے قارون) اپنی قوم کے سامنے اپنی زینت میں (آراستہ ہو کر) نکلا۔ جو لوگ دنیا
کی زندگی چاہتے تھے (اُسے دیکھکر) کہنے لگے کہ ای کاش ہمارے لئے بھی اُس کے مثل ہوتا
جو قارون کو دیا گیا ہے بے شک وہ بڑے نصیبے والا ہے۔ اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا

ع ۸ ۷ … خسف … حفص کے … قراء لخسِف ١١ … ل پڑھتے ہیں۔

فئۃ۔ من فأوت راسه اذا میلته فسمیت الجماعة مطلقا به لمیل بعضهم الی بعض وهو محذوف
اللام ووزنه فعة وقال الراغب انه محذوف العین فوزنه فلة وانه من الفئ وهو الرجوع
لان بعضهم یرجع لبعض ولکل وجهه۔ (خفاجی) بالامس متعلق ساتھ تمنوا کے ہے۔ اور امس مجاز
ہے قرب زمان سے جسطرح ایک جاے فرمایا کان لم تغن بالامس۔ ویکان۔ قال ابن کثیر وقد
اختلف النحاة فقال بعضهم معناه ویلك اعلم انّ ولکن خففت فقیل ویك ودل فتحها انّ علی
حذف اعلم وهذا القول ضعفه ابن جریر والظاهر انه قوی ولا یشکل علی ذلك الا کتابتها فی المصاحف
متصلة ویکان والکتابة امر وضعی اصطلاحی والمرجع الی اللفظ العربی والله اعلم
وقیل معناها ویکان ای الم تران قاله قتادة وقیل معناها وی کان ففصلها وجعل حرف
وی للتعجب او التنبیه وکان بمعنی اظن واحسب قال ابن جریر واقوی الاقوال فی هذا
قول قتادة انها بمعنی الم تران واستشهد بقول الشاعر ؎

سالتانی الطلاق ان رأتانی	قل مالی قد جئتمانی بنکر
ویکان من یکن له نشب یحبب	ومن یفتقر یعش عیش ضر

اُنہوں نے (اُن تمنا کرنے والوں سے) کہا کہ تمھاری خرابی ہو اللہ کا ثواب اُس شخص
کے لئے جو ایمان لایا اور اُس نے نیک کام کئے بہت بہتر ہے اور اس (ثواب) کو
نہیں پاتے ہیں مگر صبر کرنے والے۔ پھر ہم نے اُسے اور اُس کے گھر کو زمین میں دہنسا دیا
پھر اُس کے لئے کوئی جماعت اللہ کے سوا نہ ہوی جو اُسکی مدد کرتی اور نہ وہ (خود)
مدد پا سکا۔ اور جن لوگوں نے اُس کے مرتبہ کی کل آرزو کی تھی صبحکو کہنے لگے افسوس
ہے تجھپر (جان لے کہ) اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہو رزق کشادہ
کرتا ہو اور تنگ کر دیتا ہو۔ اگر اللہ ہمپر احسان نہ کرتا تو بے شک ہمیں (بھی) دہنسا دیتا
افسوس ہے تجھپر (جان لے) بات یہی کہ کافر نجات نہیں پاتے۔ جسطرح رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے اگلے لوگوں میں ایک شخص ایک وقت اپنی
دو سبز چادروں میں اتراتا ہوا تکبر کے ساتھ چلا جاتا تہا کہ یکایک اللہ تعالے نے
زمین کو حکم دیا کہ اُس نے اُسے گرفتار کرلیا اور وہ اُس میں قیامت تک دہنستا چلا
جائیگا۔ **غرض** قارون موسے علیہ السلام کی بد دعا سے ہلاک ہو گیا۔ اس قصہ نے

لہ رزق کی فراخی و تنگی حسب مشیتِ آلہی ہے نہ کسی کی بزرگی کے باعث کشادہ کرتا ہو اور نہ کسی کی
ذلت کے سبب تنگ کرتا ہو۔ لہ امام احمد ساتہ اسنادِ حسن کے کہ آپ اس میں متفرد ہیں۔ بخاری
میں بھی اس کے قریب قریب ہے۔ لہ ابن ابی شیبہ مصنف میں اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم
اور حاکم مع تصحیح وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ قارون قوم موسے سے تہا یعنی انکا چچیرا بھائی

دنیا داروں کو عبرت لینی چاہئے۔ اور فقرا کو امرا کی سواری اور مال و متاع دیکھکر

(بقیہ صفحہ گذشتہ) تھا۔ کچھ تھوڑا سا علم حاصل کر لیا اور موسٰے سے سرکشی کی اور حسد کیا۔ موسٰے علیہ السلام
نے اُس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ میں تجھ سے زکوٰۃ لوں پس زکوٰۃ دینے سے انکار کیا (اور
بنی اسرائیل سے) کہنے لگا کہ موسٰے نے جو جو کہا تم نے مانا مگر انھیں کافی نہ ہوا اب تمہارے مال لینے کی
فکر کی ہے وہ بولے تو جو بولیگا ہم سنیں گے تو اُس نے کہا کہ فلاں زن فاحشہ کو لاؤ اُسے کچھ دیکر
آمادہ کریں کہ (حضرت) موسٰے پر تہمت لگائے۔ غرض وہ عورت راضی ہوی اور قارون موسٰے
علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا بنی اسرائیل کو جمع کر کے وعظ فرمائے آپ باہر تشریف لائے۔ اور
انھیں جمع کیا۔ اور بیان کرنے لگے اور منجملہ اُن احکام کے فرمایا کہ اگر زانی محصن ہو اُس کو سنگسار
کرنے کا حکم ہے لوگوں نے کہا اگر آپ ہوں تو فرمایا اگرچہ میں ہوں۔ بولے کہ آپ نے فلاں عورت
سے فعل بد کیا۔ فرمایا میں نے۔ بولے ہاں۔ انہوں نے اُس عورت کو بلایا وہ آئی حضرت موسٰے
نے فرمایا تجھے اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں سچ سچ کہدے۔ بولی کہ جب آپ اللہ کی قسم دیکر پوچھتے
ہیں تو میں سچ کہدیتی ہوں کہ انھیں لوگوں نے بلایا اور میرے لئے اس قدر مال معین کیا ہے اس
بات پر کہ میں اپنے ساتھ آپ کو متہم کروں۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ پاک اور رسول خدا ہو۔
پس حضرت موسٰے علیہ السلام روتے ہوے سجدے میں گر پڑے۔ اللہ نے وحی فرمائی کیوں روتے
ہو ہم نے تمہارے لئے زمین کو محکوم کردیا ہے جو کہو گے بجا لائے گی۔ آپ نے سر مبارک اٹھایا اور
ارشاد کیا کہ ای زمین ان کو لے زمین نے انھیں قدم تک دھسالیا۔ اور وہ یا موسٰے یا موسٰے کہکر پکارتے
تھے۔ پھر فرمایا انہیں لے تو وہ گھٹنوں تک دھس گئے۔ پھر انہوں نے پکارا پھر آپ نے اسی طرح کہا یہانتک
کہ زمین میں غائب ہوگئے۔ اللہ نے موسے علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ ای موسٰے تمہیں پکارا اور گڑگڑایا لیکن تم نے
انھیں جواب نہ دیا میری عزت کی قسم اگر وہ مجھے پکارتے میں انھیں جواب دیتا (در) بعض علما نے لکھا کہ موسٰے
علیہ السلام نے عرض کی کہ ای رب وہ مجھے اپنی قرابت کا واسطہ دیتا تھا اور تعلیم ہے اگر مجھے تیرے نام پاک کا واسطہ
دیتا تو قبول کرتا ابن کثیر نے کہا اس قصہ میں بہت سے اسرائیلی حکایات ہیں ۱۲۰

آرزو نہ کرنی چاہیے۔ اور اس سے اہلِ علم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے جنہوں نے ثوابِ
الٰہی کے مقابلہ میں مال و دولت کو حقیر سمجھا **خلیق ۵**

بس تمہارے عشق کی دولت ہمیں	کیا کریں دینار و درہم کیا کریں

وہ علما نہیں ہیں جو دنیا پر جان دیتے اور مرتے ہیں **بعد** قصہ قارون کے عام نصیحت
کہ آخرت کا جو طالب ہو وہ دنیا میں تکبر و فساد نہ کرے اس طرح بیان فرماتا ہے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا
وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝ وہ آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لیے بنایا ہے جو زمین میں
برائی اور فساد کرنا نہیں چاہتے اور انجام (خیر) پرہیزگاروں کے لیے ہے۔ برائی اور
فساد یہ ہے کہ گناہوں کا مرتکب ہو اور مخلوق کو بوجہ تکبر باطنی کے حقیر سمجھے (فائدہ)
ایک خود ذات کا تجمل ہے جس میں دوسرے کے مقابلہ کا خیال نہیں آتا ہے یہ جائز
ہے۔ اور جو اس تجمل و خوبصورتی سے دوسرے پر فخر کرنا مقصود ہو تو یہی برا ہے اور علو

تلک۔ یہ اشارہ تعظیمی ہے اور تعظیم بُعد سے ماخوذ ہے جو مستعار واسطے علو مرتبت کے ہے۔ الدار صفت
اسم اشارہ ہے اور آخرت صفت دار ہے۔ اور خبر اسم اشارہ کی نجعلها الی آخرہ ہے۔ لہ اسکی معرفت
یہ ہے کہ جب غنی کو اس تجمل کی حالت میں اپنے مسکین بھائی سے ملاقات ہو تو اس کا لباس وغیرہ دیکھکر
اس کو شرم آئے۔ کہ کہیں میری لباسِ فاخرہ سے میرے بھائی کو شرم دامنگیر نہ ہو۔ غرض اپنے بھائی مسلمان
کو ہر حال میں خوش رکھنا بہت ہی بڑی نیکی ہے ۱۲۔

اور برائی میں داخل ہے۔ حدیث میں ہے کہ اچھے اخلاق والے مسلمان کو بوجہ اس کے خلق کے اس شخص کا درجہ ملتا ہے کہ جس نے دن روزے میں اور رات عبادت میں بسر کی ہو۔ بعد بیان آخرت جزای نیکو کار و بد کار کو بیان فرماتا ہے۔ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ جو کوئی نیکی کرے اس کے لئے اس سے اچھا (بدلہ) ہے۔ اور جو کوئی برائی کرے پس جن لوگوں نے برائیاں کیں ہیں انھیں اسی کے مثل سزا دیجائے گی جو وہ کرتے تھے۔ یعنی یہ وسعت رحمت الٰہی ہے کہ نیکیوں میں زیادتی ہوگی اور برائی میں نہیں جب اپنے رسول کے لئے حالات قیامت کو پوری طور سے بیان فرمایا آپ کو جس دہوم دہام سے قیامت میں لائیگا اسے بیان فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّيْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَ

لہ ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کا لانا بدکاروں کے حال کی خرابی ظاہر کرنے کو ہے۔ اور ان کی طرف برائی کی اسناد مکرر کرنے سے فائدہ یہ ہے کہ عقلمندوں کو زجر ہو۔ اور برائی سے باز رہیں۔ لہ بعض نے کہا کہ جس طرح حضرت موسیٰ کو قارون پر فتح نصیب ہوی اور وہ ہلاک ہوگیا اسیطرح آپ کو کافروں پر فتح حاصل ہوگی۔ گو ان کافروں نے آپ کو مکہ سے نکالا ہے لیکن پھر ایک روز بڑی دہوم دہام سے مکہ میں داخل ہوں گے۔ معاد۔ وھو المقام المحمود ای مقام الشفاعۃ العظمٰی فی یوم القیمۃ او مکۃ التی اعتدت بہا علی انہ من العادۃ ردہ الیہا یوم الفتح وعلی ہذہ الروایۃ فہذہ الایۃ لیست مکیۃ (خفاجی) جب عاقبت کا متقین کے لئے حکم لگایا گیا اور اسکی تاکید محسنوں کو وعدہ سے اور گناہگاروں کو وعید سے کی گئی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عاقبت حسنے کا دارین میں وعدہ کیا گیا ہے (بیضاوی) ۱۲

مَنْ هُوَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً

مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ

بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَلَا

تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَىْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۚ لَهُ

الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ بیشک (اے نبی) جس نے قرآن تم پر (بھیجا یا) فرض

ع ۵ ٦ ١٢

کیا وہ تمھیں ضرور معادلے کی طرف واپس کرنے والا ہی۔ (ای نبی) تم کہدو کہ میرا پروردگار

الّا رحمۃ من ربّک - ای وما کنت ترجوا الّا ان یرحمک برحمۃ فینعم علیک بذلک ای ما کنت ترجوا الّا علی هذا - او الا بمعنی لکن للاستدراک ای ولکن رحمۃ من ربک القی الیک الخ (کبیر)

لے معاد پھرنے کی جگہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے معاد کی تفسیر روزِ قیامت۔ ایک روایت میں فتح مکہ۔ ایک میں موت۔ ایک میں جنت ہے۔ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ان روایات میں اختلاف نہیں بلکہ اسطرح تطبیق ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رجوعِ مکہ کی جو تفسیر کی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ مکہ فتح کریں گے۔ اور یہ فتح ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس علامت قربِ موتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جسطرح ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سورۃ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ میں فرمایا کہ اس میں آپ کے وفات کی خبر دی گئی ہے۔ اور یہ ذکر حضرت عمر کی حضوری میں ہوا اور آپ نے اس میں ان سے موافقت کی۔ اور فرمایا جو تم جانتے ہو وہی میں جانتا ہوں۔ اسی لئے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے معاد کی تفسیر میں دوسری روایت موت آئی ہے۔ اور ایک روایت میں یوم القیمہ ہے جو بعد موت ہے۔ اور ایک روایت میں جنت ہے کیونکہ بعد موت آپ کے جزا کا مقام وہی ہے" تاویلات کاشی میں ہے کہ معاد فنا فی اللہ احدیت ذات میں ہے۔ اور بقا باللہ مقامِ تحقیق جمعِ صفات میں ہے۔ سالکِ صاحبِ بصیرت پر یہاں مِنْهُ بَدَا وَاِلَيْهِ يَعُوْدُ کا راز کھلتا ہے ۝

خوب جانتا ہی اُس کو جو ہدایت کے کام کرے اور اُس کو جو صریح گمراہی میں ہی۔ اور (اے نبی)
تم امید نہ رکھتے تھے کہ تمھاری طرف کتاب بھیجی جائے گی مگر تمھارے پروردگار کی رحمت سے
(ہی تمھیں امید تھی تو اُسی طرح ہوا) پس تم ہرگز کافروں کے مددگار نہ ہو۔ اور تمھیں (کافر)
اللہ کی آیات (کی تبلیغ) سے باز نہ رکھیں اس کے بعد کہ وہ تم پر نازل کی گئیں اور تم
اپنے پروردگار کی جانب بلاؤ اور ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہو۔ اور اللہ کے ساتھ کسی اور
معبود کی پرستش نہ کرو۔ کوئی معبود سوا اُس کے نہیں ہر چیز نیست ہی سوا اُسکی ذات[ل] کی
اُسی کی حکومت ہی اور تم اُسی کی طرف (روزِ قیامت) لوٹائے جاؤگے۔ جس نے آپ پر
قرآن فرض کیا یعنے اُس پر عمل کرنا۔ تلاوت کرنا۔ اسکی تبلیغ کرنا وہی آپ کو معاد یعنی

(بقیہ صفحہ گذشتہ)

چوں از و بُد این و آں را ابتدا	ہم بدو باید کہ باشد انتہا۔
نور ہاے را کہ کرد از حق طلوع۔	جملہ را ہم سوے او باشد رجوع

ل یا سب عمل باطل ہیں مگر جس سے کہ وجہ اللہ مقصود ہو۔ یہ قول پہلے قول کا منافی نہیں ہی کیونکہ اس قول کا یہ مطلب ہی کہ وہی عمل صالح جو مطابق شریعت ہیں کام کے ہیں کہ جس سے قربِ الٰہی مقصود ہو۔ اور پہلے قول کے یہ معنے ہیں کہ خداے تعالےٰ کے سوا ہر ایک ذات فانی و باطل ہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت ہی سچا کلمہ لبید (شاعر) نے کہا ہے ع اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ شرح عوارف میں مذکور ہے کہ حق تعالےٰ نے یھلک نہ فرمایا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ سب چیزوں کا وجود آج ہی اُسکے وجود میں فنا ہے۔ اور محجوبوں کے لئے اس حال کے مشاہدہ کا کل قیامت پر چھوڑا ہی۔ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا یعنے وہ دن کہ وہ اُسے دور دیکھتے ہیں اور ہم اُسے قریب دیکھتے ہیں۔ غرض کسی کو جو حقیقی بعض...

دارِ آخرت کی طرف پھیریگا اور یہ مقام کسی بشر کو نہ حاصل ہوگا یعنے جس نے آپ کو مشقتِ تبلیغ دی ہے وہی آپ کو ایسا آرام و ثواب دیگا جو کسی سے بیان نہیں ہوسکتا۔ بعض نے کہا کہ یہ پیشین گوئی فتح مکہ کی تھی۔ اور اسطرح واقع ہوی۔ پھر آنحضرت سے فرماتا ہے کہ کافروں کو مخاطب کرکے کہو کہ میرا پروردگار خوب جانتا ہے اُس کو جو ہدایت کے کام کرے یعنے مجھے۔ اور اُسکو جو صریح گمراہی میں ہے یعنے تمھیں بھی خوب جانتا ہے۔ تو ہر ایک فریق کو اُس کے معاد اور پھرنے کی جگہ کیطرف لیجائے گا تا ثوابِ اعمال و جزاے افعال دے۔ پھر قرآن کے نزول کا ذکر فرماکر اُسی وعدۂ سابق کی تاکید فرماتا ہے یعنے جس طرح تم پر قرآن اُتارا جسکی تمھیں رجاو امید نہ تھی اسی طرح تم کو اپنے مرجع و معاد کی طرف پہونچا دیگا۔ بہتر ہوگا کہ خوف ورجا کی تفصیل لکھی جائے۔ (**کلمہ ۱۳**) **خوف** اضطرابِ باطن ہے کہ کہیں مکروہ شے نہ لاحق ہووے۔ اور خوف کا مرجع نفس ہے۔ کیونکہ اس کا وجود ہی اس کا منشا ہے۔ اور اسکا مصدر (جاے صدور) اپنے عمل کو جاننا اور اس کے

۱؎ فتنکیر المعاد للتعظیم وانہ لیس لغیرہ من البشر مثلہ (نیشاپوری) ۲؎ یہ جملہ تاکید و تقریر قول ان الذی فرض علیک القرآن الخ کی ہے۔ اور معالم میں ہے کہ کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا انک لفی ضلال تو اللہ تعالےٰ نے اُس کے جواب میں یہ فرمایا۔ ۱۲

انجام کو نہ جانتا ہی۔ اور خوف عام لوگوں کو ہوتا ہی۔ اور خاص لوگوں کو بمضمونِ
اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ کے خوف نہیں ہوتا ہی۔ اور جو
حدیث شریف میں اَنَا اَعْرَفُکُمْ بِاللّٰہِ وَاَشَدُّکُمْ خَوْفًا مِّنْہُ وارد ہوا ہی۔ وہ ہیبت
جو مشاہدہ عظمت وجلال سے حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ ہیبت لوازمِ آثارِ صفاتِ جلالیہ
الٰہی سے ہی۔ اور خوف لوازمِ وجودِ نفسِ بشری سے ہے۔ اور انبیاء و اولیاء نفسِ بشریہ معلولہ
سے پاک ہیں۔ پھر خوف کرنے والوں کے کئی مرتبے ہیں۔ بعض کو خوف اعمال کے
نتیجوں سے ہوتا ہے۔ بعض کو عاقبت کے خاتمہ سے بعض کو تقدیر سابق سے کیونکہ
خاتمہ کی بنا اُسی پر ہے اور یہ اول سے اعلیٰ ہے۔ بعض کو اس لحاظ سے کہ وہ شاہنشاہ
بزرگ اپنی عظمت وجلال سے اس بات کا مستحق ہی کہ اُس سے لوگ ڈریں اور یہ
سب سے اعلیٰ ہے۔ اور خوف رجا سے اسلم ہے (یعنے اسمیں سلامتی بہ نسبت رجا کی
زیادہ ہی) اور رجا انفع ہی موافق فرمانِ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ کے۔ (کلمہ ۱۴)
رجا سکونِ باطن ہی کہ آیندہ موافق شئے ملجائے گی اس لحاظ سے کہ اللہ تعالےٰ کی
جود و بخشش پر نظر ہے۔ اور رجا کا مرجع بھی نفس ہی۔ کیونکہ اس کا وجود ہی اسکا منشا ہی
اور اللہ تعالےٰ کی صفاتِ جمالیہ کی آثار کی طلب اسکا مصدر ہے۔ اور رجا بھی عام
لوگوں کے خصوصیات سے ہی۔ اور خاص لوگوں کو رجا نہیں۔ اس لئے کہ رجا کا

مرجع نفس ہی۔ اور جو لفظ ارجی حدیث وسیلہ میں ہی بطریقہ ادب ہی۔ پھر رجا والوں کے بھی مرتبے ہیں۔ بعض تو بڑے امور کی امید صرف اللہ تعالےٰ کے فضل سے کرتے ہیں حالانکہ وہ اُن امور کے لائق نہیں ہوتے۔ ایسے شخص کو متمنی کہتے ہیں۔ اور بعض اُن امور کی امید کرتے ہیں اور اعمال صالحہ سے حاصل کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ اسکو متصدی کہتے ہیں۔ ایسے شخص کی رجاء وامید حق تعالیٰ ضائع نہیں کرتا۔ اور بعض کو رجا ہوتی اور خوف بالکل نہیں ہوتا ہی۔ یہ شخص معذور ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہی کہ مستدرج ہووے۔ یعنے جس کو اللہ تعالےٰ نے دہو کے میں رکھا ہو جس طرح کہ بعض کو خوف ہوتا ہی اور رجا مطلق نہیں۔ یہ شخص نا امید ہو جاتا ہے۔ ہم ان دو حالتوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اور رجا خاص لوگوں کو نہیں ہوتی ہی۔ بلکہ اُن کے قلوب مطہرہ پر ورودِ تجلیاتِ جمالیہ سے جو حالت پیدا ہوتی ہی اُس کا نام اُنس ہے۔ فقیر کہتا ہی کہ خوف و رجا بلحاظِ زمانہ آئندہ کے ہیں اس لئے یہ عوام کے لئے خاص ہیں۔ اور ہیبت و اُنس بلحاظ زمانہ حال کے ہیں۔ اس لئے یہ خواص کے لئے ہی ہیں۔ کیونکہ صوفی ابن الوقت ہوتا ہے

ملہ اللہ تعالےٰ انہیں شخصوں کی شان میں فرماتا ہی فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَاِنْ يَّأْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَأْخُذُوْهُ الآیہ ۱۲

بیان وحدۃ الوجود

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کی معاونت سے منع فرمایا اور جو آیاتِ الٰہی کے پڑھنے اور اُس پر عمل کرنے سے کافر روکیں تو اُنکی نہ سننے کے لئے حکم فرمایا بلکہ اُنھیں توحیدِ الٰہی اور اُسکی عبادت کی طرف بلانا چاہئے۔ پھر شرک سے اور غیرِ حق کی عبادت سے منع فرمایا لیکن یہ خطابات[1] ظاہر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہیں اور مراد اس سے آپ کی امّت ہے۔ پھر فرمایا کہ ہر شے[2] ہالک ہے یعنے ہر موجودِ مطلق معدومِ محض ہے مگر اُسکی ذات

[1] قال ابن عباس رضی اللہ عنہما الخطاب فی الظاهر للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والمراد بہ اهل الدنیا (معالم) [2] وقریب من هذا ما قیل المعنی کل ما یطلق علیه الموجود معدوم فی حد ذاته الا ذاته تعالیٰ قیل الوجه بمعنی الذات لان المراد ذات الشیٔ واضافته الی الضمیرہ تعالیٰ باعتبار انه مخلوق له سبحانه نظیر ما قیل فی قوله تعالیٰ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک من ان المراد بالنفس الثانی نفس عیسیٰ علیه السلام واضافته الیه تعالیٰ باعتبار انه مخلوق له جل وعلا والمعنی کل شیٔ قابل للهلاک والعدم الا الذات من حیث استقبالها لربها وقومها فی محراب قربها فانها من تلک الحیثیة لا تقبل العدم وقیل الوجه بمعنی الجهة التی تقصد وتتوجه الیها والمعنی کل شیٔ معدوم فی حد ذاته الا الجهة المنسوبة الیه تعالیٰ وهو الوجود الذی صار به موجودا وحاصله ان کل جهات الموجود من ذاته وصفاته واحواله هالکة معدومة فی حد ذاتها الا الوجود الذی هو النور الالٰهی۔ ومن الناس من جعل ضمیر وجهه للشیٔ وفسر الشیٔ بمعنی ماله نسبة الی حضرة الوجود الحقیقی القائم بذاته وهو عین الواجب سبحانه وفسر الوجه بهذا الوجود لان الموجود یتوجه الیه وینسب۔ والمعنی کل منسوب الی الوجود معدوم الا وجهه الذی قصده وتوجه الیه وهو الوجود الحقیقی القائم بذاته الذی هو عین الواجب جل وعلا ولا یخفی الغث والسمین من هذه الاقوال (روح المعانی) ۱۲

کیونکہ وجود ما سوائے حق ذاتی نہیں ہے بلکہ وہ اُسی واجب تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے کے سبب سے باقی ہے اس لئے ہر آن میں قابل عدم ہے تو وہ مثلِ لاوجود ہے۔ جسے صوفیہ نیست ہست نما کہتے ہیں۔ سعدیؒ

اے برادر چو عاقبت خاک است	خاک شو پیش از آنکہ خاک شوی

جاننا چاہئے کہ جس وجود[له] کے دونوں طرف بقا ہو وہ واجب الوجود ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اور جس وجود کے دونوں طرف فنا ہے وہ دنیا ہے کہ اُس کا وجود عدم کی صورت میں ہے اس وقت ظاہر ہے پھر نابود ہو جائیگی۔ اور جس وجود کے ایک طرف فنا دوسری طرف بقا ہے وہ آخرت ہے کہ عدم سے موجود ہوئی لیکن پھر مفقود نہ ہوگی۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ ممکن الوجود کے دو وجہ ہیں۔ وہ رُخ کہ وجود اسکا بخود ہے محض فنا ہے۔ اس وجہ کو دنیا کہتے ہیں وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ۔ اور وہ رُخ کہ وجود اُس کا ارادتِ موجبہ سے تعلق رکھتا ہے عینِ بقا ہے اُس وجہ کو آخرت کہتے ہیں وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى پس وہ رُخ کہ خود سے ہے ہالک ہے۔ اور وہ رُخ کہ حق سے ہے مُلکِ بقا کا مالک ہے۔ تمام صفاتِ ذمیمہ و افعالِ خبیثہ اُسی رُخ سے نسبت رکھتے ہیں جو خود سے ہے

له مرآت العارفین ۱۲۰

اور سارے اوصافِ حمیدہ و اعمالِ پسندیدہ اُسی رخ سے تعلق رکھتے ہیں جو اُسکی جانب سے ہے۔ وہ رخ حُسن در حُسن ہے۔ اور یہ قبح در قبح۔ اگر سعادت وقت مساعدت کرے اور اس رخ کا خیال اٹھ کر اُس رخ پر نظر جم جاوے تو جمالِ بقا آئینۂ فنا میں معاینہ ہو جاوے۔ وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔ یہ ہوویدِ وجہ فنا بقا کے ساتھ ہے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ اسی وجہ سے ہے۔ اور مراد صوفیہ کی فنا سے یہی ہے کہ اُس رخ کو جو اپنی جانب ہے ساقط کر دیں۔ اور بقا کے یہ معنے ہیں کہ اُس رخ کا کشف ہو جاوے جو اُس کے متعلق ہے۔ اور جب تک نظر اُس رخ سے قطع نہ ہوگی اُس رخ کا کشف ممکن نہیں۔ پس فنا آئینہ بقا ہے جبتک کہ خود سے فنا نہ ہوگی بقا بحق نصیب نہ ہوگی۔ مَنْ فَنِیَ عَنِ الْمُرَادِ بَقِيَ بِالْمُرَادِ۔ یعنے جو مرادِ نفس سے فنا ہوگا وہ مرادِ حق سے باقی رہیگا اور آئینۂ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ میں سوای جمالِ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ کے نہ دیکھیگا ۵

من صورتِ خود را بہ فنا می بینم	پوشیدہ درو سرّ بقا می بینم
لوحِ نظر از نقشِ دو عالم شستم	زانروے بدو وجہِ خدا می بینم

الحمد للہ کہ سورۂ قصص تمام ہوا۔

ے اس سورہ میں اشارات کم بیان ہوئے لیکن سابق میں جسطرح گذر چکا ہے اُس پر قیاس کر کے تفسیر آفاقی اور انفسی کی تطبیق وغیرہ سے اشارات معلوم ہو سکتی ہیں۔ جس طرح قارون سے مراد قارونِ نفس۔ اور موسیٰ سے مراد موسیٰ قلب۔ وقس علیٰ ہذا!

27 –
28- ال
29- ال